آہستہ کہنے کا ثبوت

(تصنیفِ لطیف)

حُضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

محمد فیض احمد اویسی رضوی علیہ رحمۃ اللہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ سیدالمرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

امابعد! غیر مقلدین کا عام طریقہ ہے کہ جو عمل صدیوں سے متفق چلا آرہا ہے۔ کسی نہ کسی حیلہ بہانہ سے اس کے خلاف کریں گے تاکہ اُمت محمدیہ میں انتشار پھیلے۔ مسائل نماز میں ایک مسئلہ آمین کا بھی ہے جسے صدیوں سے مسلمان امام کے پیچھے جہری نماز میں فاتحہ کے اختتام پر امام سمیت آہستہ پڑھتے چلے آرہے ہیں اس طرح دوسرے اکثر مسائل کا حال ہے جب سے یہ قوم آئی فتنہ وفساد ساتھ لائی۔ کسی کو شک ہو تو صرف خطہ ہند میں ہی ان کی تاریخ پڑھ لے اس رسالہ میں فقیر آمین کے متعلق عرض کرے گا۔

مقدمہ

(۱) بالاتفاق مع غیر مقلدین آمین سورۃ فاتحہ کا جزو نہیں بلکہ دعائیہ کلمہ ہے[1] بمعنی استجب[2] (قبول فرما) اسی لئے فاتحہ کے اختتام پر آہستہ پڑھی جائے تاکہ واضح ہو جائے کہ آمین ایک علیحدہ کلمہ ہے سورۃ فاتحہ کا جزو نہیں۔

(۲) آمین دعا ہے اور دعا میں خِفا (پوشیدگی) مستحسن ہے۔

(۳) غیر مقلدین کے پاس اپنی کوئی تحقیق نہیں یہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ادھار لے کر عوام میں فساد پھیلاتے ہیں اور احناف کی اپنی تحقیق ہے جو احادیث صحیحہ کے پُرزور دلائل سے ثابت فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم آمین ہمیشہ آہستہ پڑھتے اور وہ روایات جو غیر مقلدین پیش کرتے ہیں وہ موؤل (تاویل کئے گئے) ہیں یا غیر مقلدین نے دھوکہ کھایا ہے یا دھوکہ دیا ہے تفصیل آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

(۴) دعا میں خفاء کے اِستحسان (مستحسن جاننے) پر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اعلم ان المقصود من الدعا ان یصیر العبد مشاہدا لحاجۃ نفسہ ولعجز نفسہ ومشاہدا لکون مولاہ موصافا بکمال العم والقدرۃ والرحمۃ فکل ہذہ المعانی دخلت فی قولہ تعالیٰ ادعوبکم تضرعاً وخفیۃ اذا حصلت ہذہ الاحوال علی سبیل الخلوص فلا بد من صونہا عن الریاء المبطل لحقیقۃ الاخلاص وہو المراد من قولہ تعالیٰ وخفیۃ والمقصود من ذکر التضرع تحقیق الحالۃ الاصلیۃ المطلوبۃ من الدعاء والمقصود من ذکر الاخفاء صون ذلک الاخلاص عن شوائب الریاء واذا عرفت ہذا المعنی ظہر لک ان قولہ سبحانہ تعالیٰ تضرعاً وخفیۃ مشتمل علی کل ما یراد تحقیقتہ وتحصیلہ فی شرائط الدعا وانہ لامزید

[1] صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب جہر الامام بالتأمین، 156/1، دار طوق النجاۃ، الطبعۃ الأولی، 1422ھ۔

[2] مفاتیح الغیب، 294/17، دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، 1420ھ۔

عليه البتة بوجه من الوجوه المسئلة الثالثة التضرع التزلل والتخشع وهو اظهار ذل النفس من قولهم ضرع فلان لفلان وتضرع له اذا ظهر الذال له فی معرض السوال والخفية ضد العلانيه يقال اخفيت الشئ اذا سترته واعلم ان الاخفاء معتبر فی الدعا ويدل عليه علی وجوه الاول هذه الاية فانها تدل علی انه تعالیٰ امر باالدعاء مقرونا بالاخفاء وظاهر الامر للوجوب فان لم يحصل الوجوب فلا اقل من كونه ندبا ثم قال الله تعالیٰ بعده وخفية انه لايحب المعتدين والاظهر ان المراد انه لا يحب المعتدين فی ترک هذين الامرين المذكورين فهما التضرع والاخفاء قال الله تعالیٰ لايحبه ومحبة الله تعالیٰ عبارة عن الثواب فكان المعنی ان من ترک فی الدعاء التضرع والاخفاء فان لا يثيبه البتة ولا يحسن اليه ومن كان كک كان من اهل العقاب لامحالة فظهر ان قوله تعالیٰ انه لا يحب المعتدين كالتهديد الشديد علی ترک التضرع والاخفاء فی الدعاء الحجة الثانيه انه تعالیٰ اثنی علی زكريا فقال اذ نادی ربه نداء خفيا ای اخفاه من العباد واخلصه لله وانقطع اليه الحجة الثالثه ماروی ابو موسی الاشعری انهم كانوا فی غزاة فاشرفوا علی واد فجعلوا يكبرون ويهللون رافعی اصواتهم فقال عليه السلام ارفقوعلیٰ انفسكم انكم لاتدعون اصم ولا غائباً انكم تدعون سميعا قريباً وانه معكم (الحجة الرابعة)قوله عليه السلام دعوة فی السر لتعدل سبعين دعوة فی العلانيه وعن الحسن ولقد كان السلمون يجتهدون فی الدعا ومايسمع صوتهم الا همسا لان لله تعالیٰ قال ادعوا ربكم تضرعاً وخفيه وذكر لله عبده زكريا فقال اذ نادی به نداء خفيا(الحجة الخامسته)المعقول هو ان النفس شديدة الميل عظيمة الرغبة فی الريا والسمعة فاذا رفع صوته فی الدعاء امتزج الرياء بذلک الدعا فلا يبقی فيه فائدة البته فكان الاولی اخفاء الدعا يبقی مصونا من الرياء المسئلة الرابعة قال ابوحنيفة اخفاء التامين افضل و قال الشافعی اعلانه افضل واحتج ابو حنيفه علی صحة قوله فقال فی قوله آمين وجهان احدهما انه دعاء والثانی انه اسم من اسماء الله تعالیٰ فان كان دعاء وجب خفاؤ لقوله تعالیٰ ادعوا ربكم تفرعاً وخفية وان كان اسما من اسماء لله تعالیٰ وجب اخفاه لقوله تعالیٰ واذكر ربک فی نفسک تفرعاً وخفية فان لم يثبت الوجوب فلا اقل من الندبية ونحن نقل بهذا القول[3]

(اس مضمون کی عبارت تفاسیر اور کتب معتبرہ میں مذکور ہیں جیسے معالم التنزیل ومدارک واحیاء العلوم وروح البیان والحسینی مرقاۃ وقسطلانی وغیرہ وغیرہ)

تیسرا مسئلہ:

تَفَرُّع بمعنی تذلل وتخشع ہے بمعنی اظہار ذی النفس یہ ان کے قول ضرع خلان لفلان تضرع سے ہے یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی کے لئے سوال کے وقت اپنی ذلت ظاہر کرے الخفیہ علانیہ کی نقیض ہے کہاجاتاہے اخضیت الشئ میں نے شے کو چھپایا۔ جان لو کہ دعا میں اخفاء معتبر ہے اس کی کئ وجوہ ہیں۔

[3] مفاتيح الغيب، 106/14، 107، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الاولی، 1421ھ 2000م۔

(۱)اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دعا کو اخفاء کے ساتھ مقرون فرمایا ہے اور امر کا تقاضا وجوب ورنہ کم از کم عذاب ضرور ہے اس کے بعد فرمایا:

حد سے بڑھنے والوں سے اللہ راضی نہیں یعنی ان دونوں تضرع وخفیہ کے تارکین سے محبت اللہ تعالیٰ کا معنی ثواب ہے اب معنی یہ ہوا کہ اللہ تضرع واخفاء کے تارکین کو ثواب نہیں دیتا اور اسے اللہ تعالیٰ ثواب نہ دے وہ اہل عقاب سے ہوتا ہے خلاصہ یہ ہوا کہ جو دعا میں تضرع واخفاء نہ کرے اس کے لئے تہدید وعید شدید ہے۔

(۲)حضرت زکریا علیہ السلام نے رب تعالیٰ کو مخفی آواز سے پکارا یعنی اس نداء کو بندوں سے مخفی رکھا اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کی اور اسی طرف متوجہ ہوئے۔

(۳)وہ حدیث جسے ابو اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک جنگ کے لئے تشریف لے گئے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ایک وادی پر چڑھ کر زور زور سے تہلیل و تکبیر کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا اپنے نفسوں پر نرمی کرو تم بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے بلکہ تم تو سمیع و قریب کو پکار رہے ہو اور بے شک وہ تمہارے ساتھ ہی ہے۔

(۴)وہ دعا جو آہستہ آہستہ مانگی وہ جہری دعا سے ستر (۷۰) بار کے برابر ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لوگ دعا مانگتے تو گنگناتے جس سے صرف غیر مفہوم آواز سنائی دیتی اللہ نے حکم فرمایا: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ [4]

اور زکریا علیہ السلام کا ذکر خیر بھی فرمایا تو ندا مخفی کی وجہ سے انسان کا نفس ریا و سمعۃ(شہرت) کا سخت دلدادہ ہے جب وہ آواز بلند سے کرے گا تو اس میں لازماً ریا کی ملاوٹ ہو گی ریا کی ملاوٹ سے دعا کا کوئی فائدہ نہ ہو گا اسی لئے لازم ہے کہ دعا پوشیدہ طور ہو اس طرح سے ریا سے بچاؤ ہو سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴:

(۱)امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آمین آہستہ کہنا افضل ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جہر افضل ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دعویٰ میں فرمایا کہ آمین دعا ہے اور دعا میں خفا ہونا ضروری ہے۔

(۲)آمین اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اگر یہ دعا ہے تو بھی خفاء ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ

اور وہ اللہ کے اسماء میں ایک اسم ہے تو بھی اخفاء ضروری ہے اپنے رب کا ذکر اپنے جی میں کرو تضرع و خفاء(گریہ زاری) سے اگر اس امر سے وجوب بھی ثابت نہ ہو تو کم از کم ندب [5] تو ثابت ہوتا ہے اور ہم اس خفاء کے قائل ہیں۔

---

[4] الاعراف : 55 **ترجمہ**: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی

5) ایسا فعل جس کا کرنا باعث ثواب ہو اور ترک کرنا یعنی چھوڑنا بُرا نہ ہو "ندب" کہلاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ دعا میں خفاضروری ہے اور آمین دعا ہے اسی لئے ولا الضالین کے بعد اسے آہستہ کہنا افضل ہے نہ کہ چیخ کر جیسے غیر مقلدین کا طریقہ ہے۔

باب ۱

قرآن واحادیث:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ

ترجمہ: اپنے رب سے دعامانگو عاجزی سے اور آہستہ سے۔

آمین بھی دعا ہے لہٰذا یہ بھی آہستہ کہنی چاہیے جیسا کہ دعا کے متعلق آہستگی کا حکم ہے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ [6] (پارہ ۲، البقرہ)

ترجمہ: اے محبوب جب لوگ آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں بہت نزدیک ہوں مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جو مجھ سے دعا کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ چیخ کر دعا اس سے کی جائے جو ہم سے دور ہو۔ رب تو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے پھر آمین چیخ کر کہنا عبَث (بے فائدہ) بلکہ خلافِ تعلیم قرآنی ہے اس لئے کہ آمین دعا ہے۔

احادیث مبارکہ:

(۱) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

قال رسول اللہ ﷺ اذا امن الامام فامنو فانه من وافق تامينه تامين الملئكة غفر له ماتقدم من ذنبه۔ [7] (صحاح ستہ، بخاری ومسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مالک واحمد)

یعنی فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

---

[6] البقرة : 186 **ترجمہ**: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی

[7] صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب جهر الامام بالتأمين، 156/1، رقم الحديث 780، دار طوق النجاة، الطبعة الأولى، 1422ھ۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ گناہ کی معافی اس نمازی کے لئے ہے جس کی آمین فرشتوں کی آمین کی طرح ہو اور ظاہر ہے کہ فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں کیونکہ ان کے متعلق جہر سے دعا کی تصریح نہیں تو چاہیے کہ ہماری آمین بھی آہستہ ہو تا کہ فرشتوں کی موافقت ہو اور گناہوں کی معافی ہو جو وہابی چیخ کر آمین کہتے ہیں وہ جیسے مسجد میں آتے ہیں ویسے ہی جاتے ہیں ان کے گناہوں کی معافی نہیں ہوتی کیونکہ وہ فرشتوں کی مخالفت کرتے ہیں۔

لطیفہ: یہ آمین کہنے والے آسمانی فرشتے بھی ہمارے والے ہیں جیسے دوسری روایت میں فی السماء کی تصریح ہے[8] لیکن ان کے دور سے ہماری آمین کو سننے پر کسی کو شرک کا اندیشہ نہیں لیکن افسوس ہے کہ اس برادری کو شرک سوجھتا ہے تو نبی وولی کے لئے۔

(۲) قال رسول الله ﷺ اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولو آمين فانه وافق قوله قول الملكة غفرله ما تقدم من ذنبه۔[9] (بخاری وابوداؤد ونسائی وامام مالک وامام شافعی)

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب امام کہے غیر المغضوب علیهم ولا الضالین تو تم کہو آمین کیونکہ جس کا یہ آمین کہنا فرشتوں کی آمین کے کہنے کے مطابق ہو گا اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

اور ملا علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: وفی روایة ولا الضالين فقال من خلفه آمين فوافق قوله قول اهل السماء[10]

ایک روایت میں ہے کہ جو امام کے پیچھے آہستہ سے کہے آمین اس کی آمین آسمانی ملائکہ کے موافق ہو گئی۔

فوائد الحدیث

(۱) مقتدی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ ہرگز نہ پڑھے اگر مقتدی پڑھتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے کہ جب تم ولا الضالین کہو تو تم آمین کہو معلوم ہوا کہ تم صرف آمین کہو گے ولا الضالین کہنا امام کا کام ہے۔ رب فرماتا ہے: اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ[11]

ترجمہ: جب تمہارے پاس مومنہ عورتیں آئیں تو ان کا امتحان لو۔

دیکھو امتحان لینا صرف مومنوں کا کام ہے نہ کہ مؤمنہ عورتوں کا کسی حدیث میں نہیں آیا کہ اذا قلتم ولا الضالین فقولو آمین

یعنی جب تم ولا الضالین کہو تو آمین کہہ لو۔

معلوم ہوا کہ مقتدی ولا الضالین کہے گا ہی نہیں۔

---

[8] صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب فضل التأمين، 156/1، رقم الحديث 781، دار طوق النجاة، الطبعة الأولى، 1422ھ۔

[9] صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب جهر المأموم بالتأمين، 156/1، رقم الحديث 782، دار طوق النجاة، الطبعة الأولى، 1422ھ۔

[10] علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نہیں ملا۔ البتہ یہ روایت (صحیح مسلم) میں موجود ہے۔

صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب التسميع والتحميد والتأمين، 307/1، رقم الحديث 410، دار إحياء التراث العربي بيروت۔

[11] الممتحنہ: 10 **ترجمہ**: مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرلو

(۲)آمین آہستہ ہونی چاہیے کیونکہ فرشتوں کی آمین آہستہ ہی ہوتی ہے جیسا کہ پہلے گزرا اور یادرہے کہ یہاں فرشتوں کی آمین کی موافقت سے مراد میں موافقت نہیں بلکہ طریقہ ادا میں موافقت ہے فرشتوں کی آمین کا وقت تو وہ ہی ہے جب امام سورۃ فاتحہ ختم کرتا ہے کیونکہ ہمارے محافظ فرشتے ہمارے ساتھ ہی نمازوں میں شریک ہوتے ہیں اور اسی وقت آمین کہتے ہیں بلکہ آپ کے فرشتے بھی۔

لطیفہ: جن لوگوں نے قسطنطیہ کی جنگ میں شامل ہو کر لوگوں کے امیر یزید کو حدیث کے غفر له ما تقدم جملہ سے قطعی بہشتی ثابت کیا ہے انہیں چاہیے کہ دنیا بھر کے تمام نمازیوں کے لئے قطعی جنتی ہونے کا فتوی جاری کریں کہ حدیث ھذا میں بھی وہی جملہ ہے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف "شرح حدیث قسطنطنیہ"

(۳)عن وائل ابن حجر انه صلى مع النبی ﷺ فلما بلغ غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال آمين واخفى بها صوته۔[12]

یعنی حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا الضالین پر پہنچے تو آپ نے فرمایا آمین اور آمین میں آواز آہستہ رکھی۔

معلوم ہوا کہ آمین آہستہ کہنا سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے بلند آواز سے کہنا بالکل خلاف سنت ہے۔

فائدہ: اس حدیث کو امام بخاری و امام مسلم نے نہیں لیا بلکہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس روایت پر کلام کیا تفصیل آتی ہے۔

جرح ازغیر مقلدین: یہ شعبہ کے طریق سے مروی ہے چنانچہ اس کی سند تمہاری بیان کردہ کتب احادیث میں ہے:

شعبه عن سلمه بن كهيل عن حجر ابی العنبس عن علقمه بن وائل عن ابيه انه صلى الخ۔[13]

(اس کے جوابات آئینگے ان شاءاللہ تعالیٰ)

(۴)عن وائل بن حجر رضی الله تعالیٰ عنه قال سمعت رسول الله ﷺ قرأ غير المغضوب عليهم ولاالضالين فقال آمين وخفض به صوته۔[14] (ابو داؤد و ترمذی وابن شیبه)

---

[12] سنن الداقطنی، کتاب الصلاة، باب التأمين فی الصلاة بعد فاتحة الكتاب والجهر بها، 128/2، رقم الحديث 1270، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان، الطبعة الأولى، 1424 ھ 2004م۔

[13] نصب الراية لأحاديث الهداية مع حاشيته بغية الألمعي في تخريج الزيلعي، 369/1، مؤسسة الريان للطباعة والنشر بيروت لبنان، الطبعة الأولى، 1418ھ/1997م۔

[14] سنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما جاء فی التأمين، 27/2، رقم الحديث 248، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر، الطبعة الثانية، 1395 ھ 1975م۔

یعنی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھا غیر المغضوب علیهم ولا الضالین تو فرمایا آمین اور آواز مبارک آہستہ رکھی۔

فائدہ: حدیث ہذا میں آمین آہستہ کہنے کی تصریح ہے لیکن کوئی نہ مانے تو ہم کیا کریں۔

(۵) عن وائل بن حجر[15] قال لم یکن عمر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنهما یجهران ببسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بآمین۔[16]

یعنی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہ تو بسم اللہ اُونچی آواز سے پڑھتے تھے نہ آمین۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ آہستہ آمین کہنی سنت صحابہ بھی ہے بلکہ خلفائے راشدین میں سے دو جلیل القدر خلفاء کا عمل ہے جن کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الرشدین[17]

میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر التزام کرو۔

(۶) عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال یخفی الامام اربعاً التعوذ وبسم اللہ وآمین وربنا لک الحمد[18] (عینی ہدایہ کی شرح)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا امام چار چیزیں آہستہ کہے اعوذ باللہ، بسم اللہ، آمین اور ربنا لک الحمد۔

فائدہ: سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کون دین کا محافظ ہو سکتا ہے اُنہوں نے بھی آمین کو آہستہ کہنے کا فرمایا لیکن غیر مقلدین کب مانتے ہیں وہ بیس تراویح کو بدعت عمری کہہ کر دین سے فارغ ہو چکے ہیں۔

(۷) عن عبد اللہ قال یخفی الامام اربعا بسم اللہ ، وللهم ربنا ولک الحمد والتعوذ والتشهد۔ (رواہ بیہقی)

یعنی امام چار چیزیں آہستہ کہے۔ بسم اللہ، ربنا لک الحمد، اُعوذ اور التحیات

فائدہ: وہی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں جن کی اتباع کا حکم حضور علیہ السلام نے بارہا فرمایا لیکن غیر مقلدین کو تو عبد اللہ بن مسعود بھاتے ہی نہیں۔

---

[15] غالباً یہاں کتابت کی غلطی ہے۔ تمام کتب احادیث میں یہ حدیث پاک (ابو وائل رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے۔

[16] تخریج أحادیث احیاء علوم الدین ، کتاب الصلاۃ ، مسئلة الجهر بالتسمیة فی الصلاۃ ، 398/1 , دار العاصمة للنشر الریاض ، الطبعة الأولی ، 1408 ھ 1987 م۔

[17] سنن ابن ماجه ، افتتاح الكتاب في الإيمان وفضائل الصحابة والعلم ، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين ، 15/1 ، رقم الحديث 42 ، دار إحياء الكتب العربية فيصل عيسى البابي الحلبي۔

[18] البناية شرح الهداية ، کتاب الصلاۃ ، باب فی صفة الصلاۃ ، سنن الصلاۃ ، البسملة فی الصلاۃ ، 196/2 ، دار الكتب العلمية بيروت لبنان ، الطبعة الأولى ، 1420 ھ 2000 م۔

(۸)عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ[19] قال اربع یخفیھن الامام۔ التعوذ وبسم اللہ وسبحانک اللھم و آمین[20] رواہ محمد فی الاثار و عبدالرزاق فی مصنفہ۔

یعنی سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے۔ أعوذ باللہ، بسم اللہ، سبحانک اللھم اور آمین یہ حدیث امام محمد نے آثار میں اور عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں بیان کی۔

عقلی دلیل: غیر مقلدین سمیت سب کو مُسَلَّم (تسلیم کیا گیا) ہے کہ آمین قرآن کریم کی آیت یا کلمہ قرآن نہیں اس لئے کہ اسے نہ حضرت جبریل امین علیہ السلام لائے نہ قرآن کریم میں لکھی گئی۔ بلکہ دعا اور ذکر اللہ ہے تو جیسے کہ ثناء، التحیات، درود ابراہیمی، دعا ماثورہ وغیرہ آہستہ پڑھی جاتی ہیں ایسے ہی آمین بھی آہستہ ہونی چاہیے۔ یہ کیا کہ تمام ذکر آہستہ ہوئے آمین پر تمام لوگ چیخ پڑے یہ چیخنا قرآن کے بھی خلاف ہے۔ احادیث صحیحہ کے بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے عمل کے بھی اور عقل سلیم کے بھی رب تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔ دوسرے اس لئے کہ اگر مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا بھی فرض ہوا اور اسے آمین کہنے کا بھی حکم ہو تو اگر مقتدی سورہ فاتحہ کے درمیان میں ہو اور امام ولا الضالین کہہ دے اور اگر یہ مقتدی آمین نہ کہے تو اس سنت کے خلاف ہو اور اگر آمین کہے اور چیخ کر تو آمین درمیان میں آویگی۔ قرآن میں غیر قرآن آویگا اور درمیان سورۃ فاتحہ میں شور مچے گا وغیرہ وغیرہ۔

باب ۲

غیر مقلدین کے سوالات جوابات

آیاتِ قرآنی پر سوالات: جن آیات سے ہم نے اپنا دعویٰ کیا ان پر غیر مقلدوں نے اعتراضات کئے ملاحظہ ہوں۔

سوال: آمین دعا نہیں ہے لہٰذا اگر یہ بلند آواز سے کہی جائے تو کیا حرج ہے رب تعالیٰ نے دعا آہستہ مانگنے کا حکم دیا ہے نہ کہ دیگر اذکار کا۔

جواب: آمین دعا ہے اس کا دعا ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی

رَبَّنَا اطۡمِسۡ عَلٰۤی اَمۡوَالِهِمۡ وَ اشۡدُدۡ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ فَلَا یُؤۡمِنُوۡا حَتّٰی یَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِیۡمَ [21]

یعنی اے رب (عزوجل) ہمارے! ان کے مال برباد کر دے اور ان کے دل سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

---

[19] یہاں کتابت کی غلطی ہے۔ یہ روایت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد حماد بن ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں (اربع یخفیھن الامام الخ)۔

[20] نصب الراية لأحاديث الهداية مع حاشيته بغية الألمعي في تخريج الزيلعي ، 325/1 ، مؤسسة الريان للطباعة والنشر بيروت لبنان ، الطبعة الأولى ، 1418ھ/1997م۔

[21] یونس: 88 **ترجمہ**: اے رب ہمارے ان کے مال برباد کر دے اور ان کے دل سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں

رب نے ان کی دعا قبول فرماتے ہوئے ارشاد کیا: قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِیْمَا [22]

رب نے فرمایا تم دونوں کی دعا قبول کی گئی تو ثابت قدم رہو۔

فائدہ: فرمایئے دعا تو صرف موسیٰ علیہ السلام نے مانگی تھی مگر رب تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں کی دعا قبول کی گئی یعنی تمہاری اور حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت ہارون علیہ السلام نے دعا کب مانگی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ اُنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر آمین کہا تھا۔[23] رب تعالیٰ نے آمین کو دعا فرمایا معلوم ہوا کہ آمین دعا ہے اور دعا آہستہ مستحسن ہے۔

قاعدہ شرعیہ: موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام کی دعا سے ہمارا استدلال اس قاعدہ سے ہے کہ الآمین دعا و کل دعا الاصل فیہ الاخفاء یعنی آمین دعا ہے اور ہر دعا میں اصل یہ ہے کہ وہ آہستہ مانگی جائے۔

منطقی قاعدہ پر اس قضیہ [24] کا صغریٰ کتاب و سنت سے ثابت ہے یعنی آمین کا دعا ہونا قرآن و سنت سے ثابت ہے اور اکابرین و محدثین اور اہل لغت نے بھی اسے دعا تسلیم کیا۔ قرآن سے اس کا ثبوت حضرت موسیٰ وہارون علیٰ نبینا وعلیہم السلام کا واقعہ ہے جسے ہم نے باب اول میں مختصراً لکھا اور یہاں اسے تفصیل سے لکھتے ہیں۔

وجہ استدلال: آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے دعا کا ذکر فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا (حکایۃً) بیان فرمائی اور جب دعا کی اجابت کا ذکر فرمایا تو دونوں پیغمبروں (علیہم السلام) کی اجابت کا بھی بیان فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ یہ دعا کہ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے خصوصیت سے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی تھی اور (حضرت) ہارون علیہ السلام نے اس دعا کے سوا کوئی اور دعا کی ہے تو جب ہم نے تحقیق کی تو ہارون علیہ السلام نے سوائے آمین کے اور کوئی دعا نہیں کی یعنی موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے جو قرآن میں مذکور ہے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے پس جناب الٰہی نے اس دعا اور آمین پر دعا پر اطلاق فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن شریف میں ہے کہ آمین دعا ہے اور ہمارا دعویٰ بھی یہی ہے کہ آمین دعا ہے اور ہر دعا کا آہستہ مانگنے کا حکم ہے لہٰذا نماز میں آمین آہستہ ہونی چاہیے۔ چنانچہ معالم التنزیل میں ہے کہ

قد اجیبت دعوتکما انما نسب الیھما والدعاء کان من موسیٰ لانہ روی ان موسیٰ کان یدعو وھارون کان یؤمن والتامین دعا[25]

---

[22] یونس: 89 **ترجمہ**: کنز الایمان فرمایا تم دونوں کی دعا قبول ہوئی تو ثابت قدم رہو

[23] مفاتیح الغیب، 294/17، دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، 1420ھ۔

24) منطق میں قضیہ ایسے بیان یا جملہ کو کہتے جو یا تو سچ ہو یا پھر جھوٹ ہو، مگر دونوں نہیں۔ قضیہ کے لیے بیان کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثال: "زمین سورج کے گرد گھومتی ہے" قضیہ ہے۔

[25] معالم التنزیل، 147/4، دار طیبۃ للنشر والتوزیع الریاض شارع عسیر۔

یعنی بیشک تم دونوں کی دعا مستجاب ہوئی اور بیشک دعا دونوں کی طرف اس لئے منسوب ہوئی حالانکہ دعا تو صرف (حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے مانگی تو وجہ یہ ہے کہ مروی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے اور آمین بھی دعا ہے۔

اور بیضاوی شریف میں ہے: واجیبت دعوتکما ای موسیٰ و ھارون لانہ کان یومن[26]

یعنی بے شک تمہاری یعنی موسیٰ وہارون (علیہم السلام) کی دعا مستجاب ہوئی۔

اس لئے کہ حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے رہے اور جلالین میں ہے اور ساتھ ہی حاشیہ پر دعا:

علیھم وامن ھارون علی دعاۂ قال قد اجیبت دعوتکما اھ[27] وفی التفسیر الکلبی وامن ھارون علی دعاۂ لان معناہ استجب

فرعونیوں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی تباہی دعا مانگی تو حضرت ہارون علیہ السلام نے آمین کہا اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں کی دعا مستجاب ہے۔

اور تفسیر کبیر میں ہے کہ

قال ابن عباس موسیٰ کان یدعو وھارون کان یؤمن فلذلک قال قد اجیبت دعوتکما وذالک لان من یقول عند دعاء الداعی آمین فھو یضاً داع لان قولہ آمین تاویلہ استجب فھو سائل کما ان الداعی سائل ایضاً[28]

یعنی موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں پر تباہی کی دعا مانگتے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں کے لئے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول ہوئی اس لئے کہ جو دعا مانگنے والے کے ساتھ آمین کہے تو وہ بھی دعا مانگنے میں شامل ہے۔

اس لئے آمین کا معنی ہے قبول کر اس معنی پر وہ بھی دعا مانگنے والے کی طرح سائل ہے اور تفسیر حسینی میں ہے:

آوردہ ازکہ موسیٰ علیہ السلام دعا میکرد وہاروں آمین گفت وآمین گویندددعا شریک است ازین جہتہ گفت کہ دعا ہر دو مستجاب شد

مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے ہارون علیہ السلام آمین کہتے اور آمین کہنے والا بھی دعا میں شریک ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں کی دعا مستجاب ہے۔

سوال: قرآن مجید میں ہارون کا دعا کہنا ثابت ہے لیکن آمین بخصوصہ ثابت نہیں اور یہ تحقیق مفسرین کے قول سے ثابت ہے اور وہ لائق حجت نہیں۔

[26] انوار التنزیل وأسرار التأویل، 213/3، دار الفکر بیروت۔
[27] تفسیر الجلالین، رقم الصفحة 280، دار الحدیث القاھرة، الطبعة الأولی۔
[28] مفاتیح الغیب، 294/17، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الثالثة، 1420ھ۔

جواب: مفسرین نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے اور تفسیر صحابہ منسوب بہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوتی ہے۔ اتقان میں لکھاہے:

ومع جزم الصحابی بقوله كيف يقال انما اخذه عن اهل الكتاب وقد نهوا عن تصديقهم [29]

یعنی صحابہ کا اپنے قول پر جزم ہو تو پھر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ قول اس نے اہل کتاب سے لیا ہو گا حالانکہ وہ اہل کتاب کی تصدیق سے سختی سے روکے گئے تھے۔

ہم نے تو ابن عباس سے آمین کو دعائے ہارون علیہ السلام ثابت کر دیا۔ ہم مخالف سے پوچھتے ہیں ہارون علیہ السلام نے کوئی دعا کی تھی یا نہیں اگر کی تھی تو بتلاؤ کہ وہ دعا سوائے آمین کے کیا تھی جیسا ہم نے صحابی سے ثابت کر دیا کہ وہ آمین تھی تم بھی کسی صحابی سے ثابت کر دو کہ فلانی دعا تھی اور اگر دعا سے انکار ہے تو وہ فی الواقع قرآن سے انکار ہے اور اگر مخالف کہے کہ ہارون علیہ السلام نے آمین کہی اور جناب الٰہی نے بھی اس آمین پر اطلاق دعا کا کیا ہے لیکن یہ اطلاق مجازاً ہے اور دلیل ارتکاب مجاز پر معارضات اربعہ ہیں۔ معارضہ اولیٰ آمین کا دعا ہونا قرآن و حدیث صحیح قطعی الدلالۃ سے ثابت نہیں۔ معارضہ ثانیہ آمین کا بمعنی دعا ہونا مخالف ہے اقوال آئمہ سے معارضہ ثالثہ آمین بمعنی الدعا مخالف ہے قول امام ابی حنیفہ سے معارضہ رابعہ آمین بمعنی دعا مخالف ہے حدیث مرفوع کے۔

تمهيد جوابات: معارضہ عبارت ہے اقامة الدليل على خلاف ما اقام الدليل عليه الخصم [30] سے اور ظاہر ہے کہ دعویٰ یہاں یہ ہے کہ آمین دعا ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آمین پر اطلاق دعا کا کیا مخالف معارض پر واجب تھا کہ قرآن سے ثابت کرتا یا حدیث سے ثابت کرتا کہ اطلاق دعا آمین پر صحیح نہیں نہ آنکہ (نہ کہ) ہماری دلیل کو تسلیم کرکے اور اطلاق دعا آمین پر مان کر تاویل کرتا ہے اور باعث تاویل چار دلیلیں مذکور کرتا ہے یہ کیسا معارضہ ہے اب ہم ان باتوں سے قطع نظر کہتے ہیں کہ کوئی دلیل ان چار دلیلوں سے صحیح اور مفید مخالف نہیں بلکہ اس قبیلہ سے ہے جو شیخ سعدی بوستان میں فرماتے ہیں:

یکی	برسر	شاخ	بن	میبرید		خدا	وند	بستان	نگه	کردودید
بگفتا	که	این	مرد	بد	میکند		نه	بما	که	بانفس خود می کند

ایک آدمی درخت پر بیٹھ کر ٹہنی کاٹ رہا تھا۔ باغبان نے دیکھ کر کہا کہ یہ مرد غلطی کرتا ہے لیکن اس سے میرا نہیں اس کا خود اپنا نقصان ہے۔

جوابات معارضات:

(ا) مخالف کا کہنا کہ آمین کا دعا ہونا قرآن و حدیث قطعی الدلالۃ سے ثابت نہیں اس کے چند جوابات ہیں۔

---

[29] الاتقان فی علوم القرآن، النوع الثامن والسبعون فی معرفة شروط المفسر وآدابه، 205/4، الهیئة المصریة العامة للكتاب، الطبعة 1394ھ/ 1974م۔

[30] الرشیدیة شرح علی الرسالة الشریفیة فی المناظرة، رقم الصفحة 53، مكتبة المدینة كراتشی الباكستان، الطبعة الأولی، 1439ھ 2018م۔

(الف)معانی لغویہ شارع نے تو بیان نہیں کئے لیکن مخالفین انہیں تسلیم کرتے ہوئے کبھی قرآن وحدیث صحیح قطعی الدلالۃ کے طالب نہیں ہوئے تو جب دوسرے معانی لغویہ کے لئے قرآن وحدیث صحیح قطعی الدلیۃ کی طلب نہیں آنکھیں بند کرکے مان لیتے ہو آمین بھی لغویہ معانی میں سے دعا ثابت ہے لہٰذا اسے بھی مان لو لیکن.........

(ب)معانی لغویہ کے لئے قرآن وحدیث صحیح کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ شرع اور استدلال کرنے والے کا استحسان کافی ہوتا ہے۔

(ج)تمہارا معاوضہ ہی غلط ہے۔

(د)یہ کہنا کہ آمین کا ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں غلط ہے اس لئے شارع نے لغات کے بیان کے لئے شرعاً کوئی حکم اور حد مقرر نہیں فرمائی۔اگر مخالف کو انکار ہے تو ہمارا چیلنج قبول کرلے وہ یہ کہ اصطلاحاتِ شرعیہ کا ثبوت قرآن اور احادیث قطعیۃالدلالۃ سے ثابت کرے ان شاءاللہ تاقیامت تمام منکرین ثابت نہیں کرسکتے جب اصطلاحات شرعیہ کا یہ حال ہے تو معانی لغویہ کے لئے قرآن وحدیث سے ثابت کا مطالبہ کیوں۔ہاں یہ حق ہے کہ شارع کے اقوال وافعال مجتہدین اُمت اجتہاد کرکے معانی ومطالب متعین کرتے ہیں لیکن آمین تو اس کی بھی محتاج نہیں اس لئے کہ اس کا دعا ہونا مجتہدین کے اجتہاد سے پہلے خود بخود متعین ہے۔ہم نے اسی تصنیف میں متعدد دلائل سے ثابت کر دکھلایا ہے کہ آمین دعا ہے اگر مخالفین کے پاس آمین کے دعا ہونے کے انکار میں کوئی آیت یا حدیث صریح ہے تو لائیں ہم ان شاءاللہ اس کے جواب کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔

(۲)مخالف کا کہنا کہ آمین کو قرآن میں بمعنی دعا لینا اقوال ائمہ کے خلاف ہے اس کا یہ قول بھی غلط ہے اس کے چند جوابات ہیں۔

(الف)مخالفین کتنے عیار ہیں کہ دلائل قرآنیہ سے ہٹ کر اقوال ائمہ کی طلب کرتے ہیں یہ ان کی نہ صرف جہالت بلکہ حماقت ہے بلکہ خود کو شرک ثابت کرنا ہے اس لئے کہ ان کا اُصول ہے کہ تقلید ائمہ شرک ہے۔[31] (معیار الحق)

(ب)ائمہ پر افتراء اور کھلا بہتان ہے کہ آمین بمعنی دعا اقوال ائمہ کے خلاف ہے خاشا وکلا ہم نے کسی امام کا قول نہیں دیکھا اور نہ کسی امام نے کہا۔

ازالہ مغالطہ: غیر مقلدین کی طرف سے ایک اور مغالطہ پیش کیا جاتا ہے کہ آمین کا بعض علماء نے اسم من اسماء اللہ تعالیٰ بھی تو کہا ہے تو پھر اسے صرف آمین پر زور دینا کہاں کا انصاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بعض علماء کا بمقابل جمہور ایک قول مردود ہے کہ آمین اسم من اسماء اللہ نیز یہ مقابلہ دعا کا نہیں بلکہ مقابل ایک قسم کی دعا سے ہے یعنی مقابل استجب یا فعل کے یعنی مقابل اسم فعل ہے کہ یہ دونوں فرداً فرداً دعا سے ہیں ہاں مُعارَضَہ (اعتراض) جب تھا کہ مخالف کسی امام سے ثابت کرتا یا مذہب جمہور بیان کرتا کہ آمین کا معنی دعا کرنا صحیح نہیں۔

واللازم باطل فکذاالملزوم

لازم باطل تو ملزوم خودبخود باطل ہوگیا۔

---

[31] معیار الحق فی تنقید تنویر الحق ، صفحہ 7 ، مکتبہ نذیریہ قصور لاہور ، 1965۔

سوال: آمین کا معنی دعا ہونا ابو حنیفہ کے قول کے مخالف ہے فرمایا:

لا یقول الامام آمین انما یقول الماموم و ذلک لان الامام داع الماموم مستمع وانما یومن المستمع لا الداعی کما فی سائر الادعیة خارج الصلوۃ[32]

جواب: افسوس ہے کہ مخالفین نے امام اعظم کے قول کو قرآن پر مقدم کیا علاوہ آنکہ امام صاحب کا قول کو کسی طرح منافات قرآن نہیں اس کا بیان موقوف ایک مقدمہ پر ہے وہ یہ کہ داعی دو قسم ہے۔

(۱) داعی بالفعل ہے جس کی دعا سن کر لوگ آمین کہتے ہیں اس کے مقابل کو مُستَمِع (کان لگا کر سننے والا) کہا جاتا ہے۔

(۲) داعی بالقوۃ ہے کہ آمین کہنے کے باعث داعی ہے تو بعد تمہید ہذا اب ہم کہتے ہیں کہ امام داعی سے قسم اول ہے۔ پس مقابلہ داعی بمعنی اول مومن کے ساتھ صحیح ہے۔ بخلاف داعی فیما نحن فیه اور بخلاف دعا کہ اجیبت دعوتکما میں ہے کہ وہ آمین کہنے کے باعث بمعنی ثانی ہے

ولا معارضة فلا منافة

یہاں نہ کوئی معارضہ ہے اور نہ منافاۃ۔

سوال: حدیث میں ہے

قال رسول اللهﷺ لرجل قد الح فی المسئلة اوجب ان ختم فقال من القوم بأي شئ يختم فقال امين فانه ان ختم بامين فقد اوجب[33]

اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آمین کو خاتم دعا ٹھہرایا اور خاتم مغایر اس شے کے ہے کہ جس کی خاتم ہی ہوتی ہے پس قرآن میں اگر آمین بمعنی دعا حقیقہ لیجائے تو مخالف مابین الحدیث والقرآن لازم آئیگی تو قرآن میں تاویل اختیار کی۔

جواب: ترجیح حدیث قرآن پر صحیح نہیں یہ بھی ایک امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی صحیح قول نہیں کہ آمین دعا نہیں۔ غیر مقلدین کے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقہی مسئلے از خود ان پر بہتان تراشا ہے مسئلہ کی عربی عبارت اصل ہم نے لکھی ہے تاکہ اہل انصاف حقیقت کو سمجھ سکیں۔ مسئلہ مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز باجماعت میں ولا الضالین کے بعد آمین امام نہ کہے بلکہ مقتدی کہے اس لئے یہ امام نے سورۃ الفاتحہ والی دعا مانگی ہے وہ داعی دعا مانگنے والا ہے اور مقتدی مستمع وسامع ہے اور آمین نہ کہ داعی جیسے کہتے ہیں وہی بات یہاں ہے۔

---

[32] الكفاية في شرح الهداية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، 283/1، دار الكتب العلمية بيروت لبنان۔

[33] سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب التأمين وراء الامام، 199/2، رقم الحديث 938، دار الرسالة العالمية، الطبعة الأولى، 1430ھ 2009م۔

جواب ۲: غیر مقلدین دھوکہ دینے کے اُستاذ ہیں جب ہم دلائل دیتے ہیں تو کہتے ہیں بخاری شریف میں دکھاؤ اور جو ہماری دلیل بخاری شریف میں ہو گی تو اس کا نام تک نہ لیں گے حالانکہ بخاری شریف میں صاف لکھا ہے کہ قال عطاء آمین[34]

حضرت عطار حمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ آمین دعا ہے۔

جواب ۳: اکثر غیر مقلدین علم سے کورے ہوتے ہیں اور کچھ پڑھے ہوتے ہیں تو انہیں مطالعہ نہیں ہوتا ان کے علمی اضافہ کے لئے چند حوالہ جات حاضر ہیں تمام مفسرین آمین کو دعا لکھ رہے ہیں۔ یاد رہے کہ آمین عام اس سے کہ بمعنی استجب یا کذالک یکون یا فعل یا اسمع یا نام خدا ہے بمعنی دعا ہے کیونکہ سوائے احتمال پنجم کے آمین اسم فعل بمعنی امر کے ہے اور امر نسبت اعلیٰ کی دعا ہے اور احتمال پنجم پر تقدیر عبارت یا آمین استجب ہے۔

قال البخاری فی صحیحه عطاء آمین دعا[35] وفی المعالم تحت اجیبت دعوتکما والتامین دعا[36] وتحت قوله آمین معناه اللهم استجب و قال ابن عباس وقتادہ معناہ کذلک یکون[37] وفی تفسیر روح البیان تحت قوله تعالیٰ قد اجیبت دعوتکما والتامین دعا لانه معناہ استجب اھ[38] وفی الکشاف آمین صوت سمی به الفعل الذی هو استجب کما ان روید وحیهل و هلم فسمیت بها الافعال التی هی امهل واسرع واقبل وعن ابن عباس سالت رسول الله ﷺ معنی امین فقال افعل اھ[39] وفی المدارک آمین صوت سمی الفعل الذی ہو استجب کما ان روید اسم لامهل عن ابن عباس سالت رسول الله ﷺ عن معنی آمین فقال افعل[40] وفی التفسیر المظهری قال البغوی قال ابن عباس آمین معناہ اسمع واستجب واخرج الثعلبی عن ابن عباس قال سالت النبی ﷺ عن معنی آمین فقال افعل اھ[41] النووی فی شرحه لمسلم معناہ استجب اھ[42] وفی شرح الموطا للقاری معناہ استجب عند الجمهور وقیل هو اسم من اسماء الله تعالیٰ رواہ عبدالرزاق باسناد ضعیف وعن هلال بن سیاف التابعی مثله وانکرہ جماعة کما ذکرہ السیوطی اھ۔[43]

---

[34] صحيح البخاری. كتاب الأذان. باب جهر الامام بالتأمين. 156/1. دار طوق النجاة. الطبعة الأولى. 1422هـ.

[35] صحيح البخاری. كتاب الأذان. باب جهر الامام بالتأمين. 156/1. دار طوق النجاة. الطبعة الأولى. 1422هـ.

[36] معالم التنزيل فی تفسير القران. 432/2. دار احياء التراث العربی بيروت. الطبعة الأولى. 1420 هـ.

[37] معالم التنزيل فی تفسير القران. 77/1. دار احياء التراث العربی بيروت. الطبعة الأولى. 1420 هـ.

[38] روح البيان. 75/4. دار الفكر بيروت۔

[39] الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل. 17/1. دار الكتاب العربي بيروت. الطبعة الثالثة. 1407 هـ.

[40] مدارک التنزيل وحقائق التأويل. 33/1. دار الكلم الطيب بيروت. الطبعة الأولى. 1419 هـ 1998 م۔

[41] التفسير المظهری. 10/1. مكتبة الرشدية الباكستان. 1412 هـ.

[42] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج. كتاب الصلاة. باب التشهد فی الصلاة. 120/4. دار إحياء التراث العربي بيروت. الطبعة الثانية. 1392۔

[43] فتح المغطا شرح الموطا برواية محمد بن الحسن الشيبانی. أبواب الصلاة. باب امين فی الصلاة. 267/1. دار الكتب العلمية بيروت لبنان۔

خلاصه: ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک آمین بمعنی دعا ہے ایک ضعیف مذہب میں آمین اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم بتایا ہے لیکن وہ بھی بتاویل بمعنی دعا مانتے ہیں۔

مزید برآں: دیگر چند اور حوالہ جات لیجئے۔

وفی القسطلانی ومعناہ عند الجمھور اللھم استجب وقیل ھو اسم من اسماء اللہ تعالیٰ رواہ عبدالرزاق عن ابی ھریرۃ باسناد ضعیف وانکرہ جماعۃ منھم النووی وعبارتہ فی التھذیب ھذا لا یصح لانہ لیس فی اسماء اللہ تعالیٰ اسم مبنی ولا غیر معرب واسماء اللہ تعالیٰ لا تثبت الا بالقرآن والسنتہ وقد عدم الطریقان اھ[44] وفی البحار معناہ استجب لی او کذلک فلیکن قال الشمنی قولھم آمین انہ اسم من اسماء اللہ تعالیٰ ومعناہ یا آمین استجب وردہ النودی اذ لم یثبت بالقرآن والسنۃ المتواترۃ واسماۂ تعالیٰ لا تثبت بدونھما اھ[45] وفی التفسیر الکبیر لان قولہ آمین تاویلہ استجب اھ۔[46]

ان نقول معتبرہ سے ثابت ہوا کہ آمین عندالجمہور اسم فعل بمعنی دعا ہے اور عندالبعض اسم الٰہی ہے لیکن دونوں تقدیروں پر بمعنی دعا مستعمل ہے۔

سوال: تمہارے بیان کردہ معنی کے علاوہ مفسرین نے اور معانی بھی آمین کے ثابت ہیں کیوں نہیں کہ آمین اسم فعل ہو جس کا معنی کذلک یکون ہو یا انکہ خاتم دعا ہو[47] (المعالم) بلکہ حدیث میں بھی آیا ہے۔

کما رواہ داؤد انہ قال رسول اللہ ﷺ لرجل قد الح فی المسئلۃ او جب ان ختم فقال من القوم بای شئی یختم فقال بآمین فانہ ان ختم بآمین فقد اوجب[48]

ایک شخص نے دعا میں بہت عجز (عاجزی) کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ شخص اسی دعا پر مہر لگا دے تو اس کی دعا ضرور قبول ہو گی۔

جواب: یہاں دھوکہ دیا کہ اسم فعل سوائے معنی امر کے بھی آتا ہے کیونکہ اسماء افعال دو قسم ہیں بمعنی ماضی و بمعنی امر۔

امر فی الفوائد الضیائیۃ اسماء الافعال ما کان ای اسم کان بمعنی الامر والماضی اللذین ہما من اسماء المبنی الاصل فعلۃ بناءہا کونہا مشابھۃ لمبنی الأصل۔[49]

---

[44] ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب جهر الامام بالتأمین، 98/2، المطبعة الکبری الأمیریة مصر، الطبعة السابعة، 1323ھ۔

[45] مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار، 105/1، مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية، الطبعة الثالثة، 1387ھ 1967م۔

[46] مفاتيح الغيب، 294/17، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الثالثة، 1420ھ۔

[47] معالم التنزيل فی تفسیر القرآن، 77/1، دار احیاء التراث العربي بيروت، الطبعة الأولى، 1420ھ۔

[48] سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب التأمين وراء الامام، 199/2، رقم الحديث 938، دار الرسالة العالمية، الطبعة الأولى، 1430ھ 2009م۔

[49] شرح ملا جامی، 72/2، دار إحياء التراث العربي للطباعة والنشر والتوزيع، الطبعة الأولى، 1430ھ۔

تمام اسمائے افعال بمعنی امر وماضی ہوتے ہیں اور یہ دونوں مبنی الاصل کی قسمیں ہیں اس لئے کہ انہیں مبنی الاصل سے مشابہت ہے اور اسم فعل بمعنی مضارع کبھی نہیں ہوتا۔

پس کذلک یکون یا بمعنی ماضی ہے یا بمعنی امر بمعنی ماضی ہونا جائز نہیں ورنہ کک کان جس کا معنی فارسی میں ہمچنان بودے ہوتا پس متعین بمعنی امر ہوا کہ جس کا معنی ہمچنان تھا یاد رہے کہ اس کا مؤید کتب تفاسیر ولغات ہیں۔

تائید از کتب لغت: ہر بدمذہب کی عادت ہے کہ مسئلہ کو عوام کی نظروں میں کمزور کرنے کے ارادے پر انکار کرکے عقلی ڈھکوسلوں سے کام لیتے ہیں تحقیق سے تو انہیں دور کا واسطہ نہیں اور نہ ہی فنون کا مطالعہ ہوتا ہے۔ فقیر کتب تفاسیر کے ساتھ کتب لغت کے حوالے پیش کرتا ہے۔

مجمع البحار میں ہے او کک(کذلک)فلیکسن۔[50] صراح میں ہے آمین فی الدعاء اجابت کن و چنیں باد۔ غیاث میں ہے آمین اسم فعل است بمعنی قبول کن دعارا یا بمعنی چناں باد۔

ازالہ وھم: اعتراض میں آمین کو مضارع کے معنی میں بتایا گیا ہے یہ نری جہالت ہے کیونکہ کسی نحو و لغت اور تفسیر وغیرہ میں نہیں کہ اسم فعل بمعنی مضارع ہو اور سوال میں یہ اثر دیا گیا کہ احناف آمین کو سوائے دعا کے اور کسی معنی کو نہیں مانتے یہ بھی سراسر بہتان ہے جیسے ان کی عادت ہے کہ بہتان تراشیوں میں تمام بدمذاہب سے سب سے آگے ہیں ہم نے کب کہا ہے کہ آمین دعا کے علاوہ دوسرے معنی میں نہیں آتا۔ ہم نے یہاں فاتحہ کے اختتام پر آمین کا معنی دعا کا دعویٰ کیا ہے اور وہی حق ہے اور دلائل سے ثابت ہو چکا ہے لیکن انہیں دلائل سے کیا غرض۔

سوال: جب تم خود مانتے ہو کہ اسم فعل ماضی کے معنی میں بھی آتا ہے اور ماضی جملہ خبریہ ہے اور تم دعا ثابت کر رہے ہو اور دعا جملہ انشائیہ ہے جیسے نحو میر پڑھنے والا بھی جانتا ہے۔

جواب: یک شدددوشد والا معاملہ ہے۔ یہ سوال ڈبل جہالت ہے اس لئے کہ جملہ خبریہ جملہ انشائیہ کے معنی میں عام مستعمل ہوتا ہے۔ جب قَرِینَہ(علامت) ہو اسی نحو میر میں جملہ مخبریہ کو نہ صرف دعا میں جملہ انشائیہ کی طرف منتقل کرنا ہے بلکہ بعت اشتریت بھی جملہ خبریہ جملہ انشائیہ میں مستعمل ہو رہا ہے وغیرہ[51] اور علم نحو وبیان وغیرہ میں جملہ خبریہ کا جملہ انشائیہ کا استعمال عام قاعدہ ہے اس قاعدہ پر آمین کا معنی یقینا چنیں باد(خدا کرے ایسا ہو) ہوگا نہ کہ چنیں ایسے ہوتا تھا۔

ازالہ وھم: مخالفین نے ابو داؤد کی حدیث سے استدلال کرکے تاثر دیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دعا مانگنے والے شخص کو خاتم(مہر) یعنی آمین کہنے کا فرمان اشارہ کرتا ہے دعا اور ہے آمین شئے دیگر یہ غلط ہے اس لئے دعا اور آمین کو آپس میں مُغایَرَت(مخالفت) نہیں دعا کے علاوہ آمین کا دوسرا معنی ثابت کرنا اہل علم کا شیوہ نہیں ہاں جہالت سے ہو تو اس کی مجبوری ہے۔

---

[50] مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار، 105/1، مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية، الطبعة الثالثة، 1387ھ 1967م۔

[51] نحو میر (مترجم)، صفحہ 24، مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی، 1429ھ 2008ع۔

ازالہ مغالطہ: ابو داؤد شریف کی حدیث مذکور میں آمین کو خاتم فرمانا انگشتری (معروف معنی) مراد لینا بھی جہالت بلکہ حماقت ہے اور نہ ہی یہ معنی یہاں مُتَصَوَّر (خیال گزرنا) ہو سکتا ہے بلکہ یہاں خاتم بمعنی مطلقا **یختم به الشئ**[52] ہے اور **ما یختم الشئ** کسی شے کی جنس سے ہوتا ہے جیسے آمین نماز کی جنس سے ہے اور قاعدہ ہے کہ جنس شئ شے کے مغایر نہیں ہوتی اس سے یقینی طور پر ثابت ہوا کہ آمین دعا ہے۔

امثلہ درتوضیح مسئلہ: چند روایات حاضر ہیں جن میں ثبوت ملتا ہے کہ خاتم از جنس دعا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ [53]

خاتم النبیین میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم ہیں۔

لیکن "النبیین" کے زمرہ میں داخل بھی ہیں ثابت ہوا کہ شے اپنی جنس میں داخل ہوتی ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا کہ

نزل ملک فقال ابشر بنورین اوتیتهما لم یوتهما نبی قبلک فاتحه الکتاب وخواتیم سورة بقرة[54]

فرشتہ نازل ہوا اور عرض کی کہ اے حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کو بشارت ہو دو نوروں کی جو صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیئے گئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبل کسی نبی علیہ السلام کو نہیں دیئے گئے فاتحہ اور سورۃ البقرہ کے خواتیم یعنی آمن الرسول الخ

دیکھئے سورۃ البقرہ میں آمن الرسول داخل ہے۔

(۳) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سَرِیَّہ [55] (وہ جہاد یا دفاعی اسلامی جنگ کس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود شریک نہ ہوں اور کسی صحابی کو سالار بنا کر بھیج دیا ہو) روانہ فرمایا اور ان کا امیر لشکر **یقرء لاصحابه صلاتهم فیختم بقل هو الله احد**[56]

اپنے مقتدیوں کے لئے قراۃ فرماتا تو سورۃ اخلاص پر نماز ختم کرتا

اس حدیث میں قرآن کے ذکر کے بعد سورۃ اخلاص مذکور ہوئی ظاہر ہے قراۃ (القرآن) میں سورۃ اخلاص داخل ہے۔

---

[52] حاشية محي الدين شيخ زاده على التفسير القاضي البيضاوي ، 110/1 ، دار الكتب العلمية بيروت لبنان ، الطبعة الاولى ، 1419ھ 1999م۔

[53] الاحزاب: 40 **ترجمہ**: ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے

[54] سنن النسائی الکبری ، کتاب افتتاح الصلاۃ ، فضل فاتحة الکتاب ، 317/1 ، رقم الحدیث 984 ، دار الکتب العلمیة بیروت ، الطبعة الاولی ، 1411–1991۔

[55] وہ جہاد یا دفاعی اسلامی جنگ کس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود شریک نہ ہوں اور کسی صحابی کو سالار بنا کر بھیج دیا ہو۔

[56] صحیح البخاری ، کتاب التوحید ، باب ما جاء فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم أمته الی توحید اللہ تبارک وتعالی ، 115/9 ، رقم الحدیث 7375 ، دار طوق النجاة ، الطبعة الأولی ، 1422ھ۔

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ آمین دعا کے مغایر نہیں فلہذا سوالیہ حدیث شریف میں دعا کے بعد آمین کو خاتم کہنا اسے دعا ہونے سے خارج نہیں کرتی یہی ہمارا مدعا ہے کہ آمین دعا ہے اور دعا میں خفا مستحسن ہے۔

غیر مقلدین کی پیش کردہ احادیث: ان کا خلاصہ جواب یہ ہے کہ وہ روایات مجروح اور ضعیف ہیں جو قابل حجت نہیں چند نمونے ملاحظہ ہوں.

سوال: ترمذی شریف میں حضرت وائل ابن حجر سے روایت ہے:

قال سمعت النبی ﷺ قرأ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین وقال آمین ومد بھا صوته[57]

میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا اور آمین فرمایا اپنی آواز کو اس پر بلند کیا۔

معلوم ہوا کہ آمین بلند آواز سے کہنا سنت ہے۔

جواب: حدیث کا غلط ترجمہ ہے اور اس میں مد ارشاد ہوا بر برسے بنا ہے۔ اس کے معنی بلند کرنا نہیں بلکہ آواز کھینچنا ہے مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آمین بروزن کریم قصر سے نہ فرمائی بلکہ بروزن قالین الف اور میم خوب کھینچ کر پڑھی لہٰذا اس میں مخالفین کی کوئی دلیل نہیں ترجمہ کی غلطی ہے۔

قاعدہ: مد کا مقابل قصر خفاء کا مقابل جہر رفع کا مقابل خفض ہے۔ اگر یہاں جہر ہوتا تو دلیل صحیح ہوتی جہر کسی روایت میں نہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّهٗ یَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ وَمَا یَخۡفٰی[58]

بے شک رب تعالیٰ جانتا ہے بلند اور پست آواز کو۔

رب تعالیٰ نے یہاں خفاء کا مقابل جہر فرمایا نہ کہ مد۔

سوال: ابوداؤد شریف میں حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے:

قال کان رسول للہ ﷺ اذا قرأ ولا الضالین قال آمین ورفع بھا صوته[59]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب پڑھتے تو ولا الضالین تو فرماتے تھے آمین اور اس میں اپنی آواز شریف بلند فرماتے تھے۔

---

[57] سنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما جاء فی التأمین، 27/2، رقم الحدیث 248، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر، الطبعة الثانية، 1395 ھ 1975 م۔

[58] الاعلیٰ: 7 **ترجمہ**: بے شک وہ جانتا ہے ہر کھلے اور چھپے کو

[59] سنن أبي داود، کتاب الصلاة، باب التأمین وراء الامام، 195/2، رقم الحدیث 932، دار الرسالة العالمية، الطبعة الأولى، 1430 ھ 2009 م۔

یہاں رفع فرمایا جس کے معنی ہیں اونچا کیا بلند کیا معلوم ہوا کہ آمین اونچی آواز سے کہنا سنت ہے۔

جواب ۱: حضرت وائل بن حجر کی اصل روایت میں مد ہے جیسا کہ ترمذی شریف میں وارد ہوا جس کے معنی کھینچنے کے ہیں نہ کہ بلند کرنا یہاں اَسناد (حوالے) کے کسی راوی نے روایت بالمعنی کی مذکور رفع سے تعبیر فرمایا اور مراد وہ ہی کھینچنا ہے نہ کہ بلند کرنا روایت بالمعنی کا عام دستور تھا۔

(۲) ترمذی اور ابوداؤد کی روایتوں میں نماز کا ذکر نہیں صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرأت کا ذکر ہے ممکن ہے کہ نماز کے علاوہ خارجی قرأۃ کا ذکر فرمایا گیا ہو مگر جو روایات ہم نے پیش کی ہیں ان میں نماز کا صراحۃً ذکر ہے لہٰذا احادیث میں تَعارُض (اختلاف) نہیں اور نہ احادیث ہمارے خلاف ہیں۔

(۳) آمین بالجہر اور آمین خفی کی احادیث میں تعارض ہے۔ مگر جہر والی روایتیں قرآن کریم کے خلاف ہیں لہٰذا ترک کے لائق ہیں اور آہستہ کی روایتیں قرآن کے مطابق ہیں لہٰذا واجب العمل ہیں۔

(۴) آہستہ آمین کی حدیثیں قیاس شرعی کے موافق ہیں اور جہری آمین کی حدیثیں اس کے خلاف لہٰذا آہستہ آمین کی حدیثیں قابل عمل ہیں۔ اس کے خلاف قابل ترک، قرآنی آیتوں اور قیاس شرعی کا ذکر فن اصول فقہ میں مفصل مذکور ہے۔

(۵) آمین جہری والی حدیثیں قرآن شریف سے اور ان احادیث سے جو ہم پیش کر چکے ہیں منسوخ ہیں۔ اسی لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان ہمیشہ آہستہ آمین کہتے تھے اور اسی کا حکم دیتے تھے اور زور سے آمین کہنے سے منع کرتے تھے جیسا کہ باب اول میں ذکر کیا گیا۔ اگر جہر کی حدیثیں منسوخ نہیں تھیں تو صحابہ نے عمل کیوں چھوڑ دیا۔

سوال: ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان رسول الله ﷺ اذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال آمين حتى يسمعها اهل الصف الاول فيرتج بها المسجد[60]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فرماتے تو آمین فرماتے یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے تو مسجد گونج جاتی تھی۔

جواب: ہر بد مذہب بالخصوص غیر مقلدین کی عادت ہے کہ بعض اوقات صرف اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے آیت یا حدیث وغیرہ ادھوری بیان کرتے ہیں یہاں وہ چال چلی ہے حالانکہ اس روایت کو مکمل پڑھتے تو مطلب واضح ہو جاتا۔ اصل روایت یوں ہے کہ

عن ابی هريرة قال ترك الناس التامين وكان رسول الله ﷺ الخ[61]

---

[60] سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب الجهر بآمين، 278/1، رقم الحديث 853، دار احياء الكتب العربية فيصل عيسى البابي الحلبي۔

[61] سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب الجهر بآمين، 278/1، رقم الحديث 853، دار احياء الكتب العربية فيصل عيسى البابي الحلبي۔

لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دی حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ۔

فائدہ: اس جملہ سے معلوم ہوا کہ عام صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بلند آواز سے آمین چھوڑ دی تھی جس پر سیدنا ابو ہریرہ یہ شکایت فرمارہے ہیں اور صحابہ کا کسی حدیث پر عمل چھوڑ دینا اس حدیث کے نسخ کی دلیل ہے۔ یہ حدیث تو ہماری تائید کرتی ہے نہ کہ تمہاری۔

(۲) اگر یہ حدیث صحیح مان بھی لی جاوے تو عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے اور جو حدیث عقل و مشاہدہ کے خلاف ہے وہ قابل عمل نہیں خصوصاً جبکہ تمام احادیث مشہورہ اور آیات قرآنیہ اس کے خلاف ہیں علاوہ عرف عام کے بھی خلاف ہے اس لئے کہ اس حدیث میں مسجد گونج جانے کا ذکر ہے حالانکہ گنبد والی مسجد میں گونج پیدا ہوتی ہے نہ کہ چھپر والی مسجد میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد شریف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں چھپر والی تھی۔ وہاں گونج پیدا ہو ہی کیسے سکتی تھی آج کوئی غیر مقلد صاحب کسی چھپر والے گھر میں شور مچاکر گونج پیدا کر دکھاویں ان شاء اللہ تعالیٰ چیختے چیختے مر جاویں گے مگر گونج پیدا نہ ہو گی۔ اس کے باقی وہ جواب ہیں جو پہلے بیان کئے گئے۔

(۳) یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: لا ترفعوا اتکم فوق صوت النبی

اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو۔

اگر صحابہ نے اتنی اونچی آمین کہی کہ مسجد گونج گئی تو ان سب کی آواز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی ہو گئی۔ قرآن کریم کی صریح مخالفت ہوئی جو حدیث مخالف قرآن ہو قابل عمل نہیں۔

سوال: بخاری شریف میں ہے: وقال عطاء آمین دعا امن ابن الزبیر ومن وراءہ حتی ان للمسجد للجة[62]

حضرت عطا فرماتے ہیں کہ آمین دعا ہے اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے پیچھے والوں نے آمین کہی یہاں تک کہ مسجد میں گونج پیدا ہو گئی۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ آمین اتنی چیخ کر کہنا چاہیے کہ مسجد میں گونج جاوے۔

جوابات:

(۱) اس کا پہلا جملہ ہمارے مطابق ہے کہ آمین دعا ہے اور قرآن کریم فرماتا ہے کہ دعا آہستہ مانگو۔

(۲) اس حدیث میں نماز کا ذکر نہیں نہ معلوم خارج نماز یہ تلاوت ہوئی یا نماز میں۔ ظاہر یہ ہے کہ خارج نماز ہو گی تاکہ ان احادیث کے خلاف نہ ہو جو ہم نے پیش کیں۔

---

[62] صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب جهر الامام بالتأمين، 156/1، دار طوق النجاة، الطبعة الأولى، 1422ھ

(۳) یہ حدیث عقل ومشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ کچی اور چھپر والی مسجد میں گونج پیدا نہیں ہو سکتی لہٰذا واجب التاویل ہے۔ اگر قرآن کی آیۃ بھی عقل شرعی اور مشاہدہ کے خلاف ہو تو وہاں تاویل واجب ہوتی ہے ورنہ کفر لازم آجاتا ہے۔ آیات صفات کو متشابہ[63] مان کر صرف ایمان لاتے ہیں اس کے ظاہری معنی نہیں کرتے کیونکہ ظاہری معنی عقل شرعی کے خلاف ہیں جیسے: ید اللہ فوق ایدیھم فانما تولوا فثم وجہ اللہ

ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ تم جدھر پھرو گے ادھر ہی اللہ کا منہ ہے۔

خدا کے لئے ہاتھ منہ عقل کے خلاف ہے لہٰذا یہ آیات واجب التاویل ہیں۔ نیز رب تعالیٰ فرماتا ہے: تغرب فی عن حمئۃ

ذوالقرنین نے سورج کو کیچڑ کے چشمے ڈوبتے دیکھا۔

سورج کا ڈوبتے وقت آسمان میں اترنا عقل کا تقاضہ ہے لہٰذا اس کی تاویل لازم پڑھنا اور ہے حدیث سمجھنا کچھ اور اسی لئے ہم غیر مقلدین کو کہتے ہیں کہ حدیث سمجھنے کا شوق ہے تو ہمارے مدرسہ میں داخل ہو جاؤ!!

خلاصہ یہ ہے کہ ایسی کوئی حدیث صحیح مرفوع نہیں جس میں نماز میں آمین بالجہر کی تصریح ہو ایسی صحیح حدیث نہ ملی ہے نہ ملے گی۔ اس طرح مخالفین اور روایات بھی پیش کرتے ہیں ان کا بھی یہی حال ہے مثلاً نسائی شریف میں ہے:

اخبرنا محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم ثنا شعیب اللیث بن سعد عن خالد بن یزید عن سعید ابن ھلال عن نعیم المجمر قال صلیت وراء ابی ھریرۃ فقرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم ثم بأم القرآن حتی قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقال آمین الحدیث۔[64]

سوال: جتنی روایات حنفی آمین بالخفاء میں پیش کرتے ہیں وہ سب ضعیف ہیں اور ضعیف سے استدلال نہیں کر سکتے (وہی پرانا یاد کیا ہوا سبق) دیکھو وائل ابن حجر کی ترمذی والی روایات جو تم نے پیش کی اس کے متعلق ترمذی فرماتے ہیں:

سفیان اصح من حدیث شعبۃ فی ھذا الی ان قال وخفض بھا صوتہ وانما ھو مد بھا صوتہ[65]

آمین کے بارے میں سفیان کی حدیث شعبہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ شعبہ یہاں کہتے ہیں خفض یعنی حضور نے پست آواز سے کہا حالانکہ مد ہے یعنی کھینچ کر آمین فرمائی۔

---

[63] وہ آیاتِ قرآنی کہ جن کے معنی مخفی اور پوشیدہ ہوں۔

[64] سنن النسائی، کتاب الافتتاح، قراءۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم، 134/2، رقم الحدیث 905، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب، الطبعۃ الثانیۃ، 1406–1986۔

[65] سنن الترمذی، أبواب الصلاۃ، باب ما جاء فی التأمین، 27/2، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابي الحلبي مصر، الطبعۃ الثانیۃ، 1395ھ 1975م۔

جواب: خدا کا شکر ہے کہ تم مقلد تو ہوئے امام ابو حنیفہ کے نہ سہی کسی اور کے جیسے یہاں امام ترمذی کو مانا کہ ہر جرح (دلیل) آنکھ بند کر کے قبول کر لیتے ہو حالانکہ اس حدیث کے ضعیف کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ تمہارے خلاف ہے۔ اگر تمہارے حق میں ہوتی تو آنکھ بند کر کے مان لیتے ہاں اس سوال کے چند جوابات ہیں۔

(۱) ہم نے آہستہ آمین کی متعدد سندیں پیش کیں۔ کیا سب سندیں ضعیف ہیں اور سب شعبہ راوی آرہے ہیں اور شعبہ ہر جگہ غلطی کر رہے ہیں یہ ناممکن ہے۔

(۲) اگر ہماری متعدد اسنادیں ساری کی ساری ضعیف بھی ہوں تب بھی سب مل کر قوی ہو گئیں۔

(۳) شعبہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بعد اسناد میں شامل ہوئے جن سے یہ حدیث ضعیف ہوئی امام صاحب کو یہ ہی حدیث بالکل صحیح ملی تھی بعد کا ضعف پہلے والوں کو مُضِر (غیر مفید) نہیں۔

(۴) اگر پہلے سے ہی یہ حدیث ضعیف تھی جب بھی امام اعظم سراج اُمت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو قبول کرنا ہوگا اس لئے کہ ضعف فی السند آپ کے زمانہ کے بعد ہوا۔

(۵) چونکہ اس حدیث پر عام اُمت مسلمہ نے عمل کر لیا ہے لہٰذا حدیث کا ضعیف جاتا رہا اور حدیث قوی ہو گئی جیسا کہ اُصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے۔

(۶) حدیث کی قرآن کریم تائید کر رہا ہے اور بلند آواز کی حدیث قرآن کے خلاف ہے لہٰذا آہستہ آمین کی حدیث قرآن کی تائید کی وجہ سے قوی ہو گئی جیسا کہ اُصول فقہ کا قاعدہ ہے۔

(۷) اس حدیث کی قیاس شرعی تائید کر رہا ہے اور بلند آواز کی حدیث قیاس شرعی کے اور عقل شرعی کے خلاف ہے لہٰذا آہستہ آمین کی حدیث قوی ہے اور بلند آواز کی حدیث ناقابل عمل۔ غرضیکہ آہستہ آمین کی حدیث بہت قوی ہے اس پر عمل چاہیے۔

سوال: ابوداؤد شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جب سورہ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو

قال آمين حتى يسمع من يليه من الصف الاول[66]

اس طرح آمین کہتے کہ صف الاول میں جو آپ سے قریب ہوتا وہ سن لیتا۔

جواب: یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ پہلی تمہاری روایتوں میں تھا کہ مسجد گونج جاتی تھی اور اس میں آیا کہ صرف پیچھے والے ایک دو آدمی ہی سنتے تھے۔

---

[66] سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب التأمين وراء الامام، 196/2، رقم الحديث 934، دار الرسالة العالمية، الطبعة الأولى، 1430ھ 2009م۔

(۲)اسی حدیث کی اسناد میں بشر ابن رافع آرہاہے اسے ترمذی نے کتاب الجنائز میں[67] حافظ ذہبی نے میزان میں سخت ضعیف فرمایا احمد نے اسے منکر الحدیث کہا ابن معین نے اس کی روایت کو موضوع قرار دیا امام نسائی نے اسے قوی نہیں مانا۔[68] یہاں شعبہ نے تین جگہ پر خطا کی۔

(۱) حجر ابی العبنس کہا حالانکہ وہ حجر العبنس ہے جس کی کنیت ابا السکن ہے۔

(۲) علقمہ بن وائل کو زیادہ کیا حالانکہ وہ علقمہ نہیں۔

(۳) خفض صوتہ کہا حالانکہ مدصوتہ کہنا تھا چنانچہ امام ترمذی جو صحاح کے تیسرے نمبر پر ہے اور امام بخاری جیسے امام الحدیث کو گواہ بنا کر فرماتے ہیں

سمعت محمد أيقول حديث سفيان اصح من حديث شعبه فى هذا وأخطاء شعبة فى مواضع من هذ االحديث فقال عن حجر ابى العبنس وهو حجر بن عبنس ويكنى بأبى السكن وزاد فيه عن علقمة بن وائل وليس فيه عن علقمة وانما هو عن حجر بن عبنس عن وائل بن حجر وقال حفض بها صوته انما هو مد بها۔[69]

ابو عیسیٰ ترمذی نے کہا کہ میں نے محمد ابن اسمٰعیل بخاری سے سنا کہ وہ کہتا تھا کہ حدیث سفیان اصح ہے حدیث شعبہ سے آمین کے باب میں شعبہ نے اس حدیث کی چند جگہ میں خطا کی پس کہا شعبہ نے عن حجر ابی العبنس حالانکہ وہ حجر ابن العبنس سے کنیۃ اس کی ابو السکن ہے اور شعبہ نے زیادتی کی اس اسناد میں کہا عن علقمہ ابن وائل حالانکہ اس اسناد میں علقمہ سے روایت نہیں۔ روایت تو حجر بن عبنس سے ہے کہ وہ وائل ابن حجر سے کرتا ہے اور نیز کہا شعبہ حفض بها صوته اور حدیث میں ہے مد بها صوته۔

جوابات از اُویسی غفرلہ: ہم امام ترمذی اور امام بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ کا احترام کرتے ہیں اور انہیں فن حدیث کی نقل کے امام مانتے ہیں لیکن معصوم نہیں مانتے۔

(۱) امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حدیث سفیان کو اَصَح (زیادہ صحیح یا معتبرات) اور شعبہ کی حدیث کو مَجرُوح (نا قابل قبول) فرمایا لیکن بلا دلیل جب تک دلیل نہ ہو کوئی بڑا امام کیوں نہ ہو اس کی بات مسلم نہیں ہوتی۔

---

[67] سنن الترمذی، أبواب الجنائز، باب ما جاء فى الجلوس قبل أن توضع، 331/3، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر، الطبعة الثانية، 1395ھ 1975م۔

غالباً کاتب سے یہاں عبارت رہ گئی ہے۔ امام ترمذی نے کتاب الجنائز میں فرمایا (بشر بن رافع ليس بالقوى فى الحديث)۔

[68] ميزان الاعتدال في نقد الرجال، 317/1، دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت لبنان، الطبعة الاولى، 1382ھ 1963م۔

بشر بن رافع کو امام احمد کا منکر الحدیث کہنا اور یحیی بن معین کا ان کی رویات کو موضوع قرار دینا نہیں ملا۔ البتہ میزان الاعتدال میں ہے کہ امام احمد نے انہیں ضعیف کہا اور یحیی بن معین نے کہا کہ منکر حدیثیں بیان کرتے ہیں۔

[69] سنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما جاء فى التأمين، 27/2، رقم الحديث 248، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر، الطبعة الثانية، 1395ھ 1975م۔

(۲)امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حدیث سفیان کو اصح کہنا تو دلیل ہے کہ شعبہ کی حدیث صحیح ہے اصح حدیث کی صحت کی دلیل ہوتی ہے کیونکہ افعل کی نفی سے فاعل کی نفی نہیں ہوتی اور محدثین کے نزدیک یہ قاعدہ مسلم ہے اگرچہ سفیان کی حدیث کو اصح کہنے کی بھی امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں کوئی دلیل نہیں۔بلا دلیل ہم کسی کی نہیں مانتے کیونکہ ہم مقلد ہیں یہ تو اُلٹا غیر مقلدین کو مضر بھی ہے کہ وہ کسی امام کی تقلید نہیں کرتے اگرچہ وہ دلائل کے انبار لگا دے یہاں غیر مقلد امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بات بلا دلیل مان رہے ہیں یا اعلان کریں کہ ہم امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقلد ہیں۔

(۳)سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت کو ہم نے نہیں مانا اور اس کے وجوہ ہم نے پہلے عرض کئے ہیں۔

(۴)امام حاکم بھی محدث پایہ کے ہیں اُنہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقابلہ میں حدیث شعبہ کو صحیح کہا ہے۔[70]

(۵)امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کہنا کہ ابن العنبس کی کنیت صرف ابو السکن ہے ابو العنبس نہیں امام عینی شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اس قاعدہ سے تغافُل (غفلت) ہے کہ ایک شخص کی دو کنیتیں ہوتی ہیں بہت سے محدثین کرام بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دو کنیتیں ثابت ہیں اور محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ ثابت کیا کہ ابو العنبس کنیت ابن العنبس کی ہے۔[71]

(۶)سفیان نے اپنی روایت میں ابو العنبس کہا ہے حدیث دوم میں ابو داؤد کی اسناد میں اور نیز دارمی میں ایسا ہی موجود ہے۔[72]

(۷)نیز یہ کہنا کہ شعبہ نے علقمہ کے ذکر کرنے میں خطا کی ہے یہ کہنا امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے موجب تعجب ہے۔تقریب میں ہے

شعبة ثقة حافظ متقن کان الثوری یقول امیر المومنین فی الحدیث وکان عابداً[73]

تو شعبہ جب ثِقَہ (باوقار) ہوا اور زیادہ ثقہ معتبر ہے۔

کمافی اصول الفقه والحدیث

پس خطا شعبہ کی طرف نسبت کرنا اگر خطا نہیں تو کیا ہے۔

(۸)اسناد میں علقمہ بن وائل مذکور ہو اور سفیان نے ارسال کیا ہو محدثین کا قاعدہ ہے کہ کبھی ذکر کبھی ارسال کرتے ہیں۔

قال الامام مسلم فی صحیحه وکذلک کل اسناد الحدیث لیس فیه ذکر سماع بعضهم من بعض وان کان قد عرف فی الجملة ان کل واحد منهم قد سمع من صاحبه سماعاً کثیرا فجایز لکل واحد منهم ینزل فی بعض الروایة فیسمع من غیره

---

[70] المستدرك على الصحيحين، كتاب التفسير إلخ، من كتاب قراءات النبي صلى الله عليه وسلم إلخ، 253/2، رقم الحديث 2913، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى، 1411–1990۔

[71] عمدة القاری شرح صحيح البخاری، كتاب الأذان، باب جهر المأموم بالتأمين، 51/6، دار احياء التراث العربی بيروت۔

[72] سنن أبي داود، باب تفريع أبواب الركوع والسجود، باب التأمين وراء الإمام، 246/1، رقم الحديث 932، المكتبة العصيرية صيدا بيروت۔

[73] تقريب التهذيب، رقم الصفحة 266، رقم الراوی 2790، دار الرشيد سوريا، الطبعة الأولى، 1406–1986۔

عنه بعض احادیثه ثم یرسله عنه احیانا لا یسمی من سمع عنه وینشط احیانا فیسمی الذی حمل عنه الحدیث ویترک الارسال[74]

امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایسے ہی ہر وہ استاد حدیث کہ جس میں بعض کو بعض سے سماع حاصل نہیں اگر چہ وہ مجملہ معروف ہے کہ ان کے ہر ایک نے ایک دوسرے سے بکثرت سنا ہے تو ایک ہر جائز ہے کہ وہ دوسرے سے بعض احادیث سن کر بھی ارسال کرے اور اس کا نام نہ لے جس سے سنا ہے کبھی اس سے روایت کرکے اس کا نام لے اور ارسال کا ترک کردے۔

پھر اس پر چند اَمثِلَہ (مثالیں) قائم فرمائیں جو چاہے مسلم شریف کا مقام ہذا دیکھ لے تو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حکم لگانا خطائے شعبہ پر ترجیح بلا مرجح ہے بلکہ ترجیح مرجوع ہے کیونکہ یہاں ایک دلیل قوی ہے کہ سفیان نے ترک ذکر علقمہ کا کیا ہے اور شعبہ نے زیادت نہیں کی وہ دلیل یہ ہے کہ سفیان مُدَلِّس ہے اور مدلس جیسا کہ شیخ کو ساقط کرتا ہے ویسا ہی مافوق شیخ کو یہی ساقط کرتا ہے تو جائز ہے کہ علقمہ کو بھی ساقط کیا ہے لہٰذا عن کے ساتھ روایت کی چنانچہ فرمایا عن سلمہ بن کہیل عن حجر ابن عنبس عن وائل بن حجر اور حضرت سید میر شریف رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ اُصول الحدیث میں لکھا کہ:

ربما لم یسقط المدلس شیخه ولکن یسقط من بعده رجلا ضعیفا أو صغیر السن[75]

کبھی اپنے شیخ کو ساقط نہیں کرتا لیکن اس کے بعد والے کو اس کے ضعیف یا صغیر کی وجہ سے ساقط کرتا ہے۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مدلس ہونا عند المحدثین مشہور ہے جسے ہم آگے چل کر عرض کرینگے ان شاءاللہ

(۸) امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمانا کہ شعبہ نے **حفض بها صوته** کہا ہے یہ مصادرہ علی المطلوب ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دلیل لائیں کہ خفض بہا صوتہ کسی روایت میں بھی نہیں جب ان کا یہ دعویٰ نہیں ہو سکتا تو بلا دلیل ان کی بات ہم کیسے مانیں حالانکہ محدثین جانتے ہیں اور غیر مقلدین کو اعتراف ہوگا کہ شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حدیث دانی میں کچھ کم نہیں۔

(۹) خفض بہا صوتہ کی روایت کی تائید امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاد حضرت ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی دوسری روایت کی ہے تو اس میں خفض بہا صوتہ ہے۔ اس روایت کو ہم نے اس رسالہ میں آگے نقل کر رہے ہیں۔

---

[74] صحیح مسلم، مقدمة الامام مسلم رحمه الله، باب ما تصح به رواية الرواة بعضهم عن بعض والتنبيه على من غلط فى ذلك، 30/1، دار احياء التراث العربى بيروت۔

[75] رسالة فى اصول الحديث للجرجانى، الباب الأول فى أقسام الحديث وأنواعه، الفصل الثالث فى التضعيف، رقم الصفحة 90، مكتبة الرشد الرياض، الطبعة الأولى، 1407هـ۔

خلاصہ یہ کہ ہم سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی صحت کے قائل نہیں کہ وہ مدلس ہیں تو پھر ان کو ہمارے مقابلے میں ان کی حدیث کا دلیل میں لانا کیسا جبکہ حدیث خفاء(آہستہ پڑھنا آمین کا) قرآن واحادیث صحیحہ ولغات معتبرہ واقوال مستندسے ثابت ہے انہی دلائل کے پیش نظر امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دلائل سے احناف کے دلائل کا پلہ وزنی اور بھاری ہے۔

سوال: جہر دو قسم ہے اعنیف(سخت)(۲) مستوسط۔ قرآن مجید میں خفاءوہ خفاء مراد ہے جو جہر کے بالمقابل ہو نہ کہ جہر مطلق کے بالمقابل تو ہمارا آمین میں جہر متوسط مقصد ہے نہ کہ جہر مطلق وہ آیت جو احناف پیش کرتے ہیں وہ ہمارے(غیر مقلدین) کے لئے مضر نہیں۔

جواب: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دون الجھر کی تفسیر میں فرمایا: المعنی یذکر ربہ علی وجہ یسمع نفسہ۔[76] (تفسیر کبیر)

معنی یہ ہے کہ وہ خود سنے اور بس۔

جہر متوسط مراد ہو تو ابن عباس کی تفسیر کے خلاف لازم آتا ہے۔

جواب ۲: تمہارا(غیر مقلدین) کا دعویٰ حدیث صحیح مرفوع کے خلاف ہے وہ بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقعہ پر ایک وادی پر جھانک کر دیکھا کر ان صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا جو اللہ اکبر زور زور سے پکار رہے تھے:

اربعوا علی انفسکم انکم لا تدعون اصم ولا غائبا انکم تدعون سمیعا قریباً[77]

اپنے نفسوں پر نرمی کرو تم بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے تم تو سمیع و قریب کو پکار رہے ہو۔

یہاں ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہر عنیف(سخت) سے روک رہے ہیں نہ کہ جہر متوسط سے ورنہ اس پر کوئی قید بڑھاتے۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جہر سے ممانعت کی علت خود بتادی اس پر دیگر علت کوئی از خود بڑھائے تو وہ ہمیں مضر نہیں۔

جواب۳: آیات میں جس خفا کا ذکر ہے وہ جہر مطلق کا بالمقابل ہے وہ عنیف ہو یا متوسط غیر مقلدین کی مراد صرف متوسط میں قرآن کے مطلق کو مقید کرنا لازم آتا ہے اور وہ بلا دلیل ناجائز ہے۔

جواب۴: یہ بھی غیر مقلدین کا حیلہ بہانہ ہے کہ آیت سے جہر متوسط ثابت ہوتا ہے اور ہم بھی جہر متوسط کرتے ہیں یعنی آمین متوسط آواز سے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

---

[76] مفاتیح الغیب، 88/15، دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی، 1421ھ 2000م۔

[77] صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، 133/5، رقم الحدیث 4205، دار طوق النجاۃ، الطبعۃ الأولی، 1422ھ۔

مناسبة الحديث للترجمة من جهة ان فی الحديث الامر بقول آمين والقول اذا وقع الخطاب مطلقاً حمل علی الجهر ومتی اريد الاسرار وحديث النفس قيد بذلک[78]

اُنہوں نے کہا کہ مناسبۃ حدیث کا ترجمہ کے ساتھ اس جہت سے ہو کہ حدیث میں امر ہے قول الامین کے ساتھ اور جب خطاب قول کے ساتھ مطلقاً واقع ہو تو محمول جہر پر ہوتا ہے اور جب اخفا اور حدیث نفس ارادہ کیا جاوے تو مقید اس کے ساتھ لاتے ہیں۔

جواب: احادیث صحیحہ میں دو طرح تعلیق مذکور ہے۔

(ا) امام کے ولا الضالین کہنے پر (۲) امام سے آمین سننے پر تعلیق دوم دو امر کی محتمل ہے۔

(ا) امام کے آمین کہنے پر امام سے آمین سننے پر تعلیق اول میں خاص پہلا معنی ہے پس تعلیق محتمل کا قطعی پر حمل کرنا واجب ہے نہ بالعکس تو اس حدیث کا بھی وہی معنی ہے جو حدیث اول کا ہے یعنی تعلق تامین مقتدی کا ولا الضالین کے سننے پر جو تامین کے کہنے کا وقت ہے نہ کہ تامین کے سننے پر اور اس کا راز کہ (حدیث دوم دو معنی کی محتمل) ہے کہ تامین بھی آمین کہنا ہے نہ کہ سننا یا سنانا اور آمین کہنا آہستہ اور بالجہر دونوں کا محتمل ہے۔ اب قرینہ قطعیہ تامین از امام آمین آہستہ کہنے پر یہ ہے کہ امام مالک و امام محمد رحمۃ اللہ علیہما اسی حدیث فان من الامام میں ذکر کیا ہے[79] اور **کان رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول آمین** اس لئے کہ باخبر کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آمین کو دال ہے کہ مقتدیوں کو آپ کی آمین پر بوقت نماز خبر نہ تھی ورنہ خبر دینے کا کوئی فائدہ نہ ہو گا اس لئے کہ ایسا کرنا دو وجہ سے ہوتا ہے یا مخاطب جاہل کو عالم بنانا ہے یا اپنا عالم ہونا جتلانا ہے دوسری وجہ باطل ہے تو وجہ اول متعین ہوئی ورنہ خبر دینے کا کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ نیز امام نسائی و دارمی کا روایت کرنا:

فان الامام يقول آمين[80]

اسی احتمال کا مؤید ہے اور وہ جو عسقلانی اور قسطلانی نے فرمایا ہے موجب تعجب ہے کہ اتنا تجر علمی باوجود قولو کو جہر پر محمول کر دیا۔

مزید توضیح: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقتدیوں کے آمین کہنے کو امام کی ولا الضالین کہنے پر معلق فرمایا اور یہ اول دلیل ہے اخفائے آمین امام پر کیونکہ تعلیق مذکور مقتضی تعین مقام تامین ہے اور بر تقدیر جہر آمین کے یہ تعلیق لغو ہوتی ہے اور قرینہ اخفا بنا بریں تعلیق وہ حدیث نسائی و دارمی ہے جس میں فان الامام یقول آمین ہے کیونکہ امام کی آمین کہنا مقتدیوں کو جتلانا دلیل ہے اس پر کہ مقتدیوں کو آمین کہنی امام پر علم نہیں تھا اور عدم علم مقتدیوں کا مُستَلزم (لازمی) ہے۔ عدم جہر کو ملا علی قاری نے لکھا:

---

[78] عمدة القاری شرح صحيح البخاری، كتاب الأذان، باب جهر المأموم بالتأمين، 52/6، دار احياء التراث العربي بيروت۔

[79] موطأ مالك برواية محمد بن الحسن الشيباني، أبواب الصلاة، باب آمين في الصلاة، رقم الصفحة 65، رقم الحديث 135، المكتبة العلمية، الطبعة الثانية۔
سنن الدارمی، كتاب الصلاة، باب فی فضل التأمين، 31/2، رقم الحديث 1266، دار التأصيل القاهرة، الطبعة الأولى، 1436ھ 2015م۔

[80] سنن النسائی، كتاب الافتتاح، جهر الامام بامين، 144/2، رقم الحديث 927، مكتب المطبوعات الاسلامية حلب، الطبعة الثانية، 1406–1986۔
سنن الدارمی، كتاب الصلاة، باب فی فضل التأمين، 31/2، رقم الحديث 1266، دار التأصيل القاهرة، الطبعة الأولى، 1436ھ 2015م۔

فیه حجتان احدهما علی مالک بان الا مام یقولها والثانیة علی الشافعی بانه یخیفها الامام لانه لو کان جهراً لکان مسموعاً فح استغنی عن قوله فان الامام یقولها

اس حدیث میں دو حجتیں ہیں ایک مالک پر اس طرح کہ امام آمین کہتا ہے دوسری شافعی پر کہ آہستہ کہے آمین کو کیونکہ اگر آمین جہراً کہتا مقتدی سنتے تو اُس وقت اس قول سے کہ قال الامام یقولہا استغنا تھا۔

(۵) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول فانه من وافق قوله قول الملائکة[81] اخفاء آمین امام و موتم پر دال ہے اس لئے کہ موافقہ کو موجب مغفرت گناہان ٹھہرایا ہے لیکن موافقت مذکور نہیں کہ وقت میں یا اخفاء میں یا نفس کہتے میں ہے۔ اگر موافقت اخفاء میں مطلوب ہے فتعین المطلوب اور اگر کسی اور امر میں مطلوب ہے تو ظاہر ہے کہ بطریق اخفا نیز وہ موافقت حاصل ہے پس موافقت تامہ فی الجملہ موافقت سے بہتر ہے۔ اس طرح آمین آہستہ کہنا ثابت ہوا نہ کہ بالجہر جن کتب میں تامین مقتدی کا تعلیق ولا الضالین پر ہے۔[82] انہی کتب میں تامین امام پر بھی مذکور ہے اذا امن الامام فامنو[83] وارد ہے اور عسقلانی و قسطلانی نے لکھا ہے کہ قولوا دال ہے امر بالجہر پر اور نووی میں ہے:

ومن المختلطین عطا بن السائب وابو اسحق السبیعی وسعید الحریری وسعید بن ابی عروبة وعبدالرحمن ابن عبد اللہ المسعودی وربیعه استاذ مالک وصالح مولیٰ التوامه وحصین ابن عبدالوهاب الکوفی وسفیان بن عینیة[84]

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سند کے بعض راویوں کے مختلط کہا ہے اور علم اُصول حدیث کا قاعدہ مسلم ہے کہ مختلط کی حدیث قبل از اختلاط مقبول ہے اور بعد اختلال و یا انکہ معلوم نہ ہو کہ بعد اختلال ہے یا قبل از اختلال مردود ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

اذا اختلط الثقة لاختلال ضبطه بحرف اوهرم او لذهاب بصره او نحو ذلک قبل حدیث من اخذ عنه قبل الاختلاط ولایقبل حدیث من اخذ عنه بعد الاختلاط او شککنا فی وقت اخذه[85]

جب ثقہ راوی مختلط ہو بوجہ اختلال ضبط یا فرق یا بڑھاپے یا سبب اندھا ہونے کے وغیرہ تو اسکی حدیث جس نے قبل از اختلال لی ہے قبول ہے اور بعد از اختلال یا اس کے اختلال قبل و بعد میں شک ہے تو اس کی حدیث قبول نہیں۔

---

[81] صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب جهر المأموم بالتأمین، 156/1، رقم الحدیث 782، دار طوق النجاة، الطبعة الأولی، 1422ھ۔
[82] صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب جهر المأموم بالتأمین، 156/1، رقم الحدیث 782، دار طوق النجاة، الطبعة الأولی، 1422ھ۔
[83] صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب جهر الامام بالتأمین، 156/1، رقم الحدیث 780، دار طوق النجاة، الطبعة الأولی، 1422ھ۔
[84] المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، مقدمات، فصل فی حکم المختلط، 34/1، دار إحیاء التراث العربي بیروت، الطبعة الثانیة، 1392۔
[85] المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، مقدمات، فصل فی حکم المختلط، 34/1، دار إحیاء التراث العربي بیروت، الطبعة الثانیة، 1392۔

جواب: اس مسند میں عبدالجبار ہے اور اس کی حدیث مرسل ہے اور مرسل غیر مقلدین کے نزدیک ناقابل عمل ہے فلہذا حجت نہیں ہوسکتی۔

سوال: ابن ماجہ کی روایت سے آمین بالجہر کا ثبوت ملتا ہے۔

جواب: سوال گومگو (مخفی) ہے فقیر سند عرض کرکے تفصیل لکھتا ہے ملاحظہ ہو

حدیثا ابو بکر ابن ابی شیبہ ثنا حمید بن عبدالرحمن ثنا ابن ابی لیلی عن سلمۃ۔[86]

ایسے ہی یہودیوں کے حسد والی حدیث کی بھی سند حاضر ہے۔

حدثنا العباس بن الولید الخلال الدمشقی ثنا مروان بن محمد و ابو مسھر قال ثنا خالد ین یزید بن صبیح المری ثنا طلحہ بن عمرو عن عطا عن ابن عباس قال قال رسول للہ ﷺ ما حسدتکم الیھود۔[87]

سند میں ابن ابی لیلی کے متعلق ابن ابی لیلی راوی کے متعلق محدثین کا فیصلہ ہے کہ وہ سیئی الحفظ ہے اور طبقات سابعہ سے ہے تقریب میں ہے محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی سیئی الحفظ جداً من السابعۃ[88] اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ابن ابی لیلی لا یحتج بہ۔[89] (رواہ الترمذی)

اور سئی الحفظ کے متعلق نخبہ میں ہے:

ثم الطعن اما ان یکون بکذب الراوی او تھمتہ بدلک او فحش غلط او غفلتہ اور فسقہ او وہمہ او مخالفتہ او جھالتہ او بدعتہ او سوء حفظہ[90]

اور راوی کا طعن یا تو بسبب کذب کی یا تہمت کذب کے یا بہت غلطی کے غفلت یا فسق یا وہم یا مخالفت ثقات یا جہالۃ حال یا بدعۃ یا بد حفظی کی جہت سے ہوتا ہے ایسے ہی ابن عدی بھی مخطی ہے۔

تقریب میں ہے ابن عدی یخطی من الثالثۃ[91] ابن عدی مخطی ہے اور تیسرے طبقہ کا ہے اور یہ حدیث حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے بھی خلاف ہے۔

---

[86] سنن ابن ماجه ۔ كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها ۔ باب الجهر بامين ۔ 278/1 ۔ رقم الحديث854 ۔ دار احياء الكتب العربية فيصل عيسى البابي الحلبي۔

[87] سنن ابن ماجه ۔ كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها ۔ باب الجهر بامين ۔ 279/1 ۔ رقم الحديث857 ۔ دار احياء الكتب العربية فيصل عيسى البابي الحلبي۔

[88] تقريب التهذيب ۔ رقم الصفحة493 ۔ رقم الراوى6081 ۔ دار الرشيد سوريا ۔ الطبعة الأولى ۔ 1406–1986۔

[89] سنن الترمذى ۔ أبواب الجهاد ۔ باب ما جاء لا تفادى جيفة الأسير ۔ 214/4 ۔ شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر ۔ الطبعة الثانية ۔ 1395 ھ 1975 م۔

[90] نزهة النظر فى توضيح نخبة الفكر ۔ رقم الصفحة276 ۔ مطبعة سفير بالرياض ۔ الطبعة الأولى ۔ 1422ھ۔

[91] تقريب التهذيب ۔ رقم الصفحة154 ۔ رقم الراوى1150 ۔ دار الرشيد سوريا ۔ الطبعة الأولى ۔ 1406–1986۔

طحاوی شریف میں ان سے مروی ہے: عن وائل بن حجر [92] کان عمر و علی لا یجهران بالبسملة ولا بالتعوذ ولا بالتامین [93]

وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ عمر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کبھی بسم اللہ اور تعوذ اور آمین کو جہر سے نہیں کہتے تھے۔

دوسری سند میں حماد بن سلمہ ہے محدثین فرماتے ہیں کہ حماد بن سلمہ آخر عمر میں متغیر الحفظ ہو گیا تھا فی التقریب حماد بن سلمة تغیر حفظه باخره [94] نیز اسی سند میں سہل بن صالح آخر عمر میں تغیر الحفظ ہو گیا تھا فی التقریب سہیل ابن ابی صالح:

تغیر حفظ باخره [95] وقال الترمذی وهکذا بعض اهل الحدیث فی سهل ابن ابی صالح و محمد بن اسحاق و حماد بن سلمة و محمد ابن عجلان واشباه هولاء من الایمة انما تکلموا فیهم من قبل حفظهم فی بعض ما رووا [96]

اور امام ترمذی نے کہا کہ ایسے ہی اہل الحدیث نے گفتگو فرمائی ہے سہل ابن ابی صالح اور محمد ابن اسحق اور حماد بن سلمہ و محمد ابن عجلان اور جیسے ائمہ کے حق میں اور ان کی بعض روایت کردہ روایات میں محدثین نے کلام کیا ہے۔

جواب نمبر ۲: حسد یہود مستلزم جہر آمین کو نہیں کیونکہ یہود قرینہ و محل سے معلوم کر کے حسد کریں مثلاً غیر مقلدین باوجودیکہ حنفیہ اخفاء بآمین کرتے ہیں باعث علم محل و قرینہ آمین کے حنفیہ پر حسد کرتے ہیں۔

(۴) حدیث کی پوری سند یوں ہے۔

حدثنا بندار نا یحییٰ بن سعید و عبدالرحمن بن مهدی قالا نا سفیان الثوری عن سلمه بن کهیل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر قال سمعت رسول الله الخ [97]

---

[92] غالباً یہاں کتابت کی غلطی ہے۔ تمام کتب احادیث میں یہ حدیث پاک (ابو وائل رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے۔

[93] شرح معانی الاثار، کتاب الصلاة، باب قراءة بسم الله الرحمن الرحیم فی الصلاة، 203/1، رقم الحدیث 1208، عالم الکتب، الطبعة الأولى، 1414ھ 1994م۔

[94] تقریب التهذیب، رقم الصفحة 178، رقم الراوی 1499، دار الرشید سوریا، الطبعة الأولى، 1406–1986۔

[95] تقریب التهذیب، رقم الصفحة 259، رقم الراوی 2675، دار الرشید سوریا، الطبعة الأولى، 1406–1986۔

[96] العلل الصغیر للترمذي، التضعیف من جهة الحفظ، 744/1، دار إحیاء التراث العربي بیروت۔ (مطبوع بآخر المجلد الخامس لسنن الترمذي)

[97] سنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما جاء فی التأمین، 27/2، رقم الحدیث 248، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر، الطبعة الثانیة، 1395ھ 1975م۔

اس روایت میں ایک راوی سفیان ثوری ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور وہ مدلس ہیں۔ تقریب میں سفیان ثقۃ حافظ فقیہ عابد امام حجۃ وکان ربما یدلس۔[98] سفیان ثقہ حافظ فقیہ عابد امام حجۃ تھے لیکن تدلیس کرتے تھے اور یہ روایت اُنہوں نے سلمہ سے عن کے ساتھ روایت کی تو حدیث مُعَنعَن[99] ہوئی اور اُصول حدیث کا مسلم قاعدہ ہے کہ معنعن مدلس غیر محتج ہے بالاتفاق چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصریح فرمائی ہے:

واتفقوعلی ان المدلس لایحتج بعنعنة[100]

محدثین کا اتفاق ہے کہ عنعنہ مدلس کا قابل حجت نہیں۔

(۵) یہی وائل ابن حجر مد کے بجائے خفض سے روایت کرتے ہیں چنانچہ امام ابن ابی شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو امام بخاری و امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے استاد ہیں) نے روایت کی ہے کہ

حدثنا وکیع قال ثنا سفیان عن سلمه بن کهیل عن حجر بن عبنس ولاالضالین فقال آمین خفض بها صوته۔[101]

حضرت وائل بن حجر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ولاالضالین پڑھتے تو آمین آہستہ پڑھتے۔

اس حدیث کے وہی راوی ہیں جو حدیث اول کے راوی ہیں سوائے وکیع کے کہ وہ بڑا معتبر ہے اور مروی عنہ سقہ کا ہے:

قال فی التقریب وکیع ابن الجراح ابن ملیح الرواسی ابو سفیان الکوفی ثقه حافظ عابد من کبار التاسعة مات فی آخر سنة ست او اول سنة سبع وتسعین وله سبعون سنة[102]

(تقریب) میں کہا کہ وکیع بن جراح بن ملیح راوسی ابوسفیان کوفی ثقہ حافظ عابد ہے کبار تاسعہ سے ہے آخر سنہ چھیانوے یا ستانوے میں فوت ہوا اور عمر اس کی ستر برس کی تھی۔

---

[98] تقریب التهذیب، رقم الصفحة244، رقم الراوی2445، دار الرشید سوریا، الطبعة الأولی، 1406–1986۔

[99] وہ حدیث جس کی روایت فلاں ابن فلاں کے الفاظ سے کی گئی ہو اور صراحت سے سماع کا ذکر نہ ہو۔

[100] المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب نهی من اکل ثوما أو بصلا أو کراثا أو نحوها، 52/5، دار إحیاء التراث العربي بیروت، الطبعة الثانیة، 1392۔

[101] المصنف لابن أبي شیبة، کتاب صلاة التطوع والإمامة وأبواب متفرقة، ما ذکروا في امین ومن یقولها، 187/2، رقم الحدیث 7960، مکتبة الرشد الریاض، الطبعة الأولی، 1409۔

اس سند کے ساتھ (یمد بها صوته) کے الفاظ ملے ہیں۔ (خفض بهاصوته) کے الفاظ نہیں ملے۔

[102] تقریب التهذیب، رقم الصفحة581، رقم الراوی7414، دار الرشید سوریا، الطبعة الأولی، 1406–1986۔

غیر مقلدین کی پیش کردہ روایت کے یہ حدیث بظاہر مناقض ہے اور قاعدہ مناظرہ ہے **فاذا تعارضا تساقطا**[103] اور اگر سفیان بن عینیہ راوی ہو تو وہ بھی مدلس بلکہ مختلط ہے[104] **کمافی التقریب** اور ترمذی کا اس حدیث کو حسن کہنا موجب صحۃ احتجاج نہیں کیونکہ تدلیس منافی صحتہ و حسن کے نہیں بلکہ باوجود **صحتہ** کے لائق احتجاج نہیں۔

سوال: تناقض میں اتحاد زمانہ شرط ہے پھر کیوں نہ کہا جائے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کبھی حضرت وائل بن حجر نے بالجہر سنا ہو اور کبھی بالخفاء اس تقریر پر تعارض نہ رہا۔

جواب: چونکہ دونوں اسناد دونوں حدیثوں کے ایک ہیں اگر ایسا ہوتا جیسے غیر مقلدین کہتے ہیں تو حضرت وائل تَغَایُر واقعتین ضرور بیان فرماتے ہم ان حدیثوں کے تاریخی وقوع سے بے خبر ہیں لہٰذا تعارض باقی رہا اس اعتبار سے دونوں روایات کا تساقط لازم آئے گا۔

جواب ۲: ہم غیر مقلدین سے سوال کرتے ہیں کہ آمین بالجہر تمہارے نزدیک کیا ہے؟ بہمرہ جیسے آمین ہم اس معنی کو لیتے ہیں تم پہلا معنی تو حدیث میں احتمال پیدا ہو گیا اور جب دلیل میں احتمال پیدا ہو جائے وہ قابل حجت نہیں رہتی جیسے علم المناظرہ کا قاعدہ ہے:

اذ جاء الاحتمال بطل الاستدلال[105]

جب احتمال آجائے تو وہ استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

(۳) یہ بھی ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہر تعلیم کے لئے کہا ہو جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ کبھی کبھی برائے تعلیم جہر قرأت فرماتے تھے۔ بخاری نے ابو قتادہ سے روایت کی ہے:

کان النبی ﷺ یقرء فی الرکعتین من الظھر و العصر بفاتحتہ الکتاب۔[106] (الحدیث)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھتے تھے ظہر اور عصر کی دو رکعتیں اولین میں سورہ الفاتحہ الکتاب کو۔

اور فلاں فلاں سورہ کو اور کبھی کبھی قراۃ سنتے تھے جیسے احیاناً ظہر و عصر میں فاتحہ و قراۃ کے جہر سے ان دونوں نمازوں میں قراۃ بالجہر ثابت نہیں ہو سکتی ایسے ہی احیاناً آمین بالجہر ثابت نہیں جب تک دوامر میں سے صراحۃً جہر ثابت نہ کریں استدلال اس حدیث سے صحیح نہیں۔

حدیث نسائی کے جوابات:

---

(103) عمدۃ الرعایۃ علی شرح الھدایۃ، کتاب الصلاۃ، أوقات الصلاۃ، فصل فی الأوقات التی تکرہ فیھا الصلاۃ، 24/2، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔

(104) تقریب التھذیب، رقم الصفحۃ 245، رقم الراوی 2451، دار الرشید سوریا، الطبعۃ الأولی، 1406–1986۔

(105) أنوار البروق فی أنواء الفروق، 87/2، عالم الکتب۔ (بدون طبعۃ وبدون تأریخ)

(106) صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب القراءۃ فی العصر، 152/1، رقم الحدیث 762، دار طوق النجاۃ، الطبعۃ الأولی، 1422ھ۔

جواب ۱ : اس حدیث کی سند ضعیف ہے فلہذا قابل حجت نہیں کیونکہ اس سند میں ابو ہلال لین الحدیث ہیں چنانچہ تقریب میں ہے:

محمد بن سلیم ابو ہلال البصری صدوق فیه لین[107]

محمد بن سلیم ابو ہلال بصری صدوق ہیں لیکن لین الحدیث ہیں۔

اور بالاتفاق لین الحدیث قابل حجت نہیں۔ چنانچہ نجنه اور اس کی شرح میں ہے:

(۲) اس روایت سے آمین بالجہر کا استدلال کم علمی اور غلط فہمی کی علامت ہے اس لئے کہ آمین کا سن لینا اس کی جہریت پر اگر دلیل مل سکتی ہے تو ذیل کی حدیث (وغیرہ) سے بھی نوافل کی قرأت بالجہر لازم آتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف ترمذی میں ہے کہ:

عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قبل صلاة الفجر بقل یا ایها الکفرون و قل هو الله احد۔[108]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں نے کس قدر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر کی دو سنت اور مغرب کی دو سنت میں قل یا ایها الکفرون اور قل هو الله احد پڑھتے تھے۔

جو جواب تمہارا اس روایت میں ہے وہی ہمارا جواب اخفائے آمین میں ہے۔

نوٹ: یہی جواب روایت ابو داؤد ذیل کا ہے:

حدثنا نصر بن علی انا صفوان ابن عیسیٰ عن بشر ابن رافع عن ابی عبد الله ابن عم ابی هریره عن ابی هریرة قال کان رسول الله ﷺ اذا تلا غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال آمین حتی یسمع من یلیه من الصف الاول۔[109]

ایک اور حدیث نسائی و ابن ماجہ۔

ان دونوں کی سند ملاحظہ ہو:

---

[107] تقريب التهذيب، رقم الصفحة 481، رقم الراوی 5923، دار الرشيد سوريا، الطبعة الأولى، 1406–1986۔

[108] سنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما جاء فی الرکعتين بعد المغرب والقراءة فيهما، 296/2، رقم الحديث 431، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر، الطبعة الثانية، 1395 ھ 1975 م۔

[109] سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب التأمين وراء الامام، 196/2، رقم الحديث 934، دار الرسالة العالمية، الطبعة الأولى، 1430 ھ 2009 م۔

اخبرنا عبدالحمید بن محمد ثنا مخلد ثنا یونس بن ابی اسحاق عن ابیہ[110] وفی روایۃ اخبرنا قتیبۃ ثنا ابو الاحواص عن ابی اسحق عن عبدالجبار بن وائل عن ابیہ[111] و قال ابن ماجہ حدثنا محمد بن الصباح وعمار بن خالد الواسطی قالا حد ثنا ابو بکر بن عیاش عن ابی اسحق عن عبدالجبار ابن وائل عن ابیہ الحدیث۔[112]

جواب: اس سند میں ابو اسحاق مختلط ہے اور یونس وہمی ہے:

فی التقریب یونس ابی اسحق السبعی الکوفی صدوق یہم قلیلا[113] ابو اسحاق السبعی اختلط بآخرہ۔[114]

تقریب میں ہے کہ یونس ابن ابی اسحاق السبعی کوفی صدوق ہے تھوڑا وہمی اور آخری عمر میں مختلط ہو گیا تھا۔

(۲) یہ حدیث راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ نا قابل حجت ہے ہم اصل حدیث کامل سند کے ساتھ لکھتے ہیں تاکہ ناظرین فیصلہ کر سکیں کہ غیر مقلدین کتنا اور کیسے دھوکہ کرتے ہیں۔

قال ابن ماجۃ حدثنا محمد بن بشار حدثنا صفوان بن عیسیٰ حدثنا بشر بن رافع عن ابی عبد اللہ ابن عم ابی ھریرۃ عن ابی ھریرۃ قال ترک الناس التامین وکان رسول اللہ اذا قال غیر المغضوب علیھم ولاالضالین قال آمین حتی یسمعھا اھل الصف الاول فیرتج بھا المسجد۔[115]

اس سند میں بشر بن رافع ضعیف الحدیث ہے تقریب میں اس راوی کو ضعیف الحدیث لکھا۔[116]

(۳) یہ حدیث مضطرب ہے اس لئے کہ بعض طرق میں ارتجاج کا ذکر ہے اور بعض میں نہیں۔

(۴) تعلیماً بھی ہو سکتا ہے جس کے متعلق پہلے تفصیل گزری ہے اس کا کی مُوَیِّد (تائید کرنے والے) اس حدیث لفظ ترک الناس بھی ہے۔

حدیث ۲: یہ حدیث قابل حجت ہے ہم اس کی سند کامل لکھتے ہیں:

---

[110] سنن النسائی، کتاب الافتتاح، قول المأموم إذا عطس خلف الإمام، 145/2، رقم الحدیث 932، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب، الطبعۃ الثانیۃ، 1406–1986۔

[111] سنن النسائی، کتاب الافتتاح، باب رفع الیدین حیال الأذنین، 122/2، رقم الحدیث 879، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب، الطبعۃ الثانیۃ، 1406–1986۔

[112] سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، باب الجھر بآمین، 278/1، رقم الحدیث 855، دار احیاء الکتب العربیۃ فیصل عیسی البابی الحلبی۔

[113] تقریب التھذیب، رقم الصفحۃ 613، رقم الراوی 7899، دار الرشید سوریا، الطبعۃ الأولی، 1406–1986۔

[114] تقریب التھذیب، رقم الصفحۃ 423، رقم الراوی 5065، دار الرشید سوریا، الطبعۃ الأولی، 1406–1986۔

[115] سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، باب الجھر بآمین، 278/1، رقم الحدیث 853، دار احیاء الکتب العربیۃ فیصل عیسی البابی الحلبی۔

[116] تقریب التھذیب، رقم الصفحۃ 123، رقم الراوی 685، دار الرشید سوریا، الطبعۃ الأولی، 1406–1986۔

حد ثنا محمد بن کثیر انا سفیان عن سلمه عن حجر ابی العبنس الحضرمی عن وائل بن حجر الخ ابوداؤد۔[117]

(۱) ممکن ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیماً گاہے گاہے ایسا کیا ہو اور جو عمل تعلیماً ہو اور دائمًانہ ہو اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا جیسے گزرا۔

(۲) عنعنہ مدلس ہے فلہذا قابل حجت نہیں۔

(۳) ہماری پیش کردہ آیات اور احادیث صحیحہ کے متعارض ہے اور جو روایت قرآن اور احادیث کے متعارض ہو اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔

(۴) اس سند میں محمد بن کثیر ہے اور وہ بالاتفاق کثیر الغلط ہے۔ تقریب میں ہے محمد بن کثیر الغلط من صغار التاسعۃ محمد بن کثیر الغلط اور صغار راویوں کے تاسع طبقات سے ہے اور حدیث کثیر الغلط مردود ہے چنانچہ اُصول حدیث کی مشہور کتاب نحبة الفکر میں ہے:

ثم المردود ان یکون لسقط راو او طعن الی ان قال ثم الطعن اما ان یکون لکذب الراوی اوتھمته بذلک او فحش غلط[118]

پھر مردود جو بسبب سقوط راوی یا طعن کے ہو یا بسبب طعن کے تا آنکہ کہا کہ وہ طعن یا بسبب کذب راوی کے ہو گا یا بسبب تہمت کذب کے یا بسبب کثیر الغلط ہونے کے ہو گا۔

عن سمرة بن جندب انه حفظ عن رسول اللهﷺ سکتیتن سکتته اذا کبر وسکتته فرغ عن قراءة غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فصدقه ابی بن کعب رواه ابوداؤد والترمذی وابن ماجه والدارمی[119] (مشکوٰۃ)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو سکتے یاد کئے (۱) تکبیر کے وقت (۲) امام کی فراغت از ولا الضالین کے وقت۔ حضرت ابی بن کعب نے حضرت سمرہ بن جندب کی تصدیق کی۔

استدلال: اس میں شک نہیں کہ بقرینہ مقابلہ ومقام یہ سکتہ ثانیہ بھی بمعنی سکوت ہے بلکہ قرأتہ خفیہ ہے اس لئے کہ سکتہ اولیٰ ثناء پڑھنے کے لئے ہے تو سکتہ ثانیہ بھی کسی شئے کے پڑھنے کے لئے ہو گا اور احادیث سے ثابت ہے کہ یہاں سوائے آمین پڑھنے کے اور کوئی شئے نہیں اس سے ثابت ہوا کہ آمین آہستہ پڑھنا چاہیے جیسے سکتہ اولیٰ میں ثناء وغیرہ بالخفاء ہوتی ہے۔

امام طیبی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح المشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ:

والاظهر ان السکتته الاولیٰ للثناء وسکتته الثانية التامین۔[120]

---

[117] سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب التأمين وراء الامام، 195/2، رقم الحديث 932، دار الرسالة العالمية، الطبعة الأولى، 1430ھ 2009م۔

[118] نزهة النظر فی توضيح نخبة الفكر، رقم الصفحة 276، مطبعة سفير بالرياض، الطبعة الأولى، 1422ھ۔

[119] مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب ما يقرأ بعد التكبير، الفصل الثاني، 259/1، رقم الحديث 818، المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الثالثة، 1985۔

[120] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب ما يقرأ بعد التكبير، 680/2، دار الفكر بيروت لبنان، الطبعة الأولى، 1422ھ 2002م۔

امام طیبی علیہ الرحمہ کی طرف اس عبارت کی نسبت کرنے میں مصنف نور اللہ مرقدہ سے تسامح واقع ہوا ہے۔ یہ عبارت ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی ہے۔

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ سکتہ اولیٰ ثناء کے لئے اور سکتہ ثانیہ آمین کہنے کے لئے ہے۔

سوال: یہ سکتہ (دوسرا) فاتحہ مع متعلقات کے بعد ہے اور آمین بھی متعلقات سے ہے؟

جواب: بزرگوں نے سچ فرمایاہے: درغگوار حافظه بناشد

حدیث شریف میں الفاتحہ نہیں جس میں متعلقات کو گھسیڑا جاسکے بلکہ ولا الضالین کی تصریح ہے اور علم اُصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ

الخاص لایحتمل التکرار ولاالتاویل

نماز میں نہ تکرار کا احتمال ہوتا ہے نہ تاویل کا۔ (فافہم ولا تکن من الوہابیت)

جواب: عبداللہ بن مفضل وانس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آمین آہستہ کہنا ثابت ہے۔ (بیضاوی و کشاف)

روی عن عمر بن الخطاب انه قال یخفی الامام اربعة اشیاء التعوذ والبسملة وآمین وسبحانک اللہ وبحمدک۔[121] (اللمعات شرح مشکوٰۃ، شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اُنہوں نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے۔

(۱) تعوذ (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) سبحانک اللّٰھم۔

روی عن بن مسعود اربع یخفیھن الامام وذکر من جملتھا التعوذ والتسمیة و آمین[122] فتح القدیر لابن الھمام۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے ان میں سے تعوذ تسمیہ و آمین ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال ترک الناس التامین الحدیث۔[123] (رواہ ابن ماجه)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ لوگوں نے تامین (آمین کہنا) چھوڑ دیا تھا۔

ظاہر ہے کہ زمانہ ابوہریرہ زمانہ صحابہ تابعین کا تھا پس یہ اثر دال ہے اس پر کہ صحابہ و تابعین نے ترک جہر آمین پر اتفاق کیا تھا کیونکہ لام استغراق کا ہے اور قرینہ عہد موجود نہیں۔

---

[121] لمعات التنقیح في شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ في الصلاۃ، الفصل الثاني، 610/2، دار النوادر دمشق سوریا، الطبعة الأولی، 1435ھ ـ 2014م۔

[122] فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ، 291/1، دار الفکر۔ (بدون طبعة وبدون تأریخ)

[123] سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاۃ والسنة فیھا، باب الجھر بآمین، 278/1، رقم الحدیث 853، دار احیاء الکتب العربیة فیصل عیسی البابي الحلبي۔

خلاصہ: آمین بالاتفاق قرآن نہیں یہی وجہ ہے کہ اسے قرآن مجید میں اس کا رسم الخط قرآن کے خلاف ہوتا ہے۔ اسی لئے احناف فرماتے ہیں کہ اسے جہری قرآۃ میں آہستہ پڑھا جائے تاکہ اس کی قرآن مجید سے مشابہت نہ ہو۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ قراۃ خفا کے وقت (آمین) کا جہر ہو تاکہ مشابہ بالقرآن نہ ہو اس لئے کہ قراۃ خفاء میں آمین کے تشابہ کا خوف نہیں اس کا قیاس جہری قرآۃ پر قیاس مَعَ الفارِق (فرق کرتے ہوئے) ہے۔

اگر کہیں کہ سنت ہے تو یہ روایت اس کی سنیت کے خلاف ہے اگر کہیں کہ مستحب ہے تو بھی یہ احتمال اس کے منافی ہے بغیر ترجیح احد الطرفین مفید اباحۃ ہوتا ہے نہ کہ مستحب جیسا کہ مستحب کی تعریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فعل کا مرۃ یا مرتین ثبوت ہوا اور اس کے مقابل عدم ثبوت فعل و ترک تمام او قات میں ہے نہ کہ ثبوت عدم فعل فلہذا مباح ہو گا اور مباح غیر مقلدین کو مضر ہے۔

احناف کی حقانیت: روایت مدصوتہ کی تفسیر ہے اس لئے کہ مدصوتہ میں دو احتمال تھے جیسے ابتدا میں ہم نے عرض کیا وہی راوی اس احتمال کو خود رفع کر رہے ہیں کہ مد بمعنی خفض ہے۔ اس تقریر پر ہماری پیش کردہ روایت اور غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث ہر دونوں احناف کے مسلک کی مُؤیّد (تائید کرنے والے) ہیں۔

عقلی دلائل:

(۱) تمام اُمت کا اجماع ہے کہ:

ما ثبت بین الدفتین نجط القرآن فھو کلام اللہ۔[124] (بیضاوی واتقان)

جو دو کناروں کے درمیان قرآن میں ہے وہ کلام الٰہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسماء و سورۃ و تعداد آیات و کلمات و حروف و ارباع و انصاف و اثلاث و ارباع و رکوعات وغیرہ قرآن مجید کے رسم الخط کے برخلاف لکھے جاتے ہیں یہاں تک کہ بسم اللہ میں بھی معمولی سا تغیر ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے قرآن ہونے میں بعض صحابہ کا اختلاف ہے۔

قاعدہ ہے کہ جو شئے قرآن نہیں اُسے پڑھتے وقت آہستہ پڑھنا واجب ہے یہی وجہ ہے کہ بسم اللہ شریف کو جہری نماز میں شوافع بالجہر پڑھتے ہیں لیکن حنفیہ آہستہ اس لئے کہ شوافع (امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماننے والوں) کے نزدیک بسم اللہ فاتحہ کا جزو ہے اور احناف کے نزدیک فاتحہ کا جزو نہیں۔

قولوا کی مثالیں جن میں جہر نہیں: غیر مقلدین کی یہ دلیل صحیح ہو کہ قولوا جہر پر محمول ہے تو چاہیے کہ تشہد اور ربنا لک الحمد اور تسبیحات رکوع و سجود کا جہراً کہنا مسنون ہو چنانچہ الصحیحین و الموطا و الترمذی و ابن ماجہ وغیرہا میں ہے کہ:

ان رسول اللہ ﷺ قال اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولو اللھم ربنا لک الحمد الحدیث[125]

---

[124] انوار التنزيل وأسرار التأويل، 25/1، دار إحياء التراث العربي بيروت، الطبعة الأولى، 1418ھ۔

[125] صحيح البخاری، كتاب الأذان، باب فضل اللهم ربنا لك الحمد، 158/1، رقم الحديث 796، دار طوق النجاة، الطبعة الأولى، 1422ھ۔

اور الصحیحین وغیر ھما میں ہے:

ابن مسعود انه قال التفت الینا رسول اللهﷺ فقال اذا صلی احدکم فلیقل التحیات لله۔[126] (الحدیث)

اور ابی داؤد الترمذی وابن ماجہ میں ہے: انه ﷺ قال اذا رکع احدکم فلیقل ثلث مرآۃ سبحان ربی العظیم وذالک ادناہ[127]

اور ان جملہ اُمور میں خفاء ہے چنانچہ ترمذی میں ہے:

عن ابن مسعود من السنته ان یخفی التشھد قال ابو عیسیٰ العمل علیه عند اھل العلم[128] واخرج ابن ابی شیبه عن ابن مسعود انه کان یخفی بسم الله الرحمن الرحیم والاستعاذہ وربنا لک الحمد۔[129]

تعجب برامام بخاری رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه: امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل احادیث میں بلند پایہ سہی لیکن امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقاہت (فقہی مہارت) کے مقابلے میں ان کے استدلال سے تعجب بالا تعجب ہے کہ اس حدیث کو آمین بالجہر کو دلیل کے طور پر لاتے ہیں جس سے غیر مقلدین پھولے نہیں سماتے اگرچہ یہ احادیث صریحہ کے خلاف ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقاہت کے آگے امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ طفل مکتب ہیں۔

سوال: جزاء کا زمانہ شرط زمانہ کے بعد ہوتا ہے تو جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقتدیوں کے آمین کہنے کو امام کے ولا الضالین کہنے پر معلق فرمایا تو معلوم نہ ہوا کہ اُس وقت آمین کہیں یا نہیں تو دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان کر دیا کہ مقتدیوں کے آمین کہنے کا وقت امام کے وقت ہے۔

جواب ا: زمانہ جزا کا شرط سے بعد کبھی نہیں ہوا بلکہ دونوں کا زمانہ ایک ہی ہے۔ اس لئے کہ یہ علت و معلول یا سبب و مسبب ہیں اور ان دونوں کا زمانہ ایک ہوتا ہے۔ اہل عربیۃ کہتے ہیں کہ ان دونوں میں اتحاد زمانہ ہے اس لئے کہ حکم جزاء میں ہے اور شرط بمنزلہ قید وحال کے لئے اور حال وذوالحال کا زمانہ ایک ہوتا ہے ہاں تقدم ذاتی شرط کو حاصل ہوتا ہے اس میں ہماری گفتگو نہیں۔

---

[126] صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب التشهد في الآخرة، 166/1، رقم الحديث 831، دار طوق النجاة، الطبعة الأولى، 1422هـ

[127] سنن أبي داود، باب تفريع أبواب الركوع والسجود، باب مقدار الركوع والسجود، 234/1، رقم الحديث 886، المكتبة العصيرية صيدا بيروت۔

[128] سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء أنه يخفي التشهد، 84/2، رقم الحديث 291، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر، الطبعة الثانية، 1395 ھ 1975 م۔

[129] المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الصلوات، من كان يجهر ببسم الله الرحمن الرحيم، 360/1، رقم الحديث 4137، مكتبة الرشد الرياض، الطبعة الأولى، 1409۔

(۲)اگر یہی بات مسلم ہو تو حدیث **اذا امن الامام فامنو**[130] میں بھی یہ قاعدہ جاری ہو گا کہ یہاں بھی بعدیت زمانی محقق ہے تو یہاں سے بھی عقیدہ حل نہ ہو گا کہ مقتدی کس وقت امام کے بعد آمین کہے۔

(۳)احادیث تسمیہ و تشہد و تسبیح میں تمہارا کیا جواب ہے جب کہ اجمال وابہام یہاں بھی ہوا اس سے ثابت ہوا کہ ولاالضالین پر تعلیق کرنا ہی موجب اخفائے آمین ہے۔

سوال: **اخرج الشیخان وغیرھما عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولاالضالین فقولو آمین انہ وافق تامینہ تامین ملائکۃ غفر لہ ماتقدم من ذنبہ۔**[131]

جواب: تعجب ہے کہ بعض غیر مقلدین نے اس روایت سے بھی آمین بالجہر پر استدلال کیا ہے حالانکہ یہ روایت ہماری مؤید ہے جس کی مختصر تشریح فقیر نے باب اول میں بیان کر دی ہے اور ظاہر ہے کہ کہنے کا حکم ہے اور **قولو** میں ضروری نہیں کہ جہر سے ہو قول جیسے جہر میں ہوتا ہے ایسے خفاء سے بھی (ولکن الوہابیہ قوم لا یعقلون) کہتے ہیں ورنہ سب کو معلوم ہے کہ غیر آمین کے وقت کتنا زور لگاتے ہیں اور ایسا شور برپا ہوتا ہے کہ محلہ کے چھوٹے بچے نیند سے ڈر کے مارے جاگ اُٹھتے ہیں کہ نامعلوم کیا آفت نازل ہو گئی۔

سوال: اگر آمین دعا ہے اور ہر دعا آہستہ ہو تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعض اوقات دعائیں جہر سے بھی پڑتے تھے۔

جواب: اس کی تفصیل گزر چکی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی جہر تذکیر و ترغیب یا تعلیم وغیرہ کے لئے کیا ہے تو وہ شے آخر ہے جو ہمارے دعویٰ کے منافی نہیں کیونکہ بات اصل ہو رہی ہے کہ دعا میں اصل کیا ہے وہ ہے خفاء اصل کے خلاف عارضۃ کے طور پر اگر کوئی بات ثابت ہو تو اصل مقصد کے خلاف نہیں سمجھا جاتا۔

الحمد للہ فقیر نے اپنی استطاعت پر آمین کو آہستہ کہنے کے دلائل عرض کر دیئے ہیں مولیٰ عزوجل بطفیل حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبول فرمائے۔(آمین)

فصلی اللہ علیٰ حبیبہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

برحمتک یا ارحم الراحمین

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

[130] صحيح البخاری ، كتاب الأذان ، باب جهر الامام بالتأمين ، 156/1 ، رقم الحديث 780 ، دار طوق النجاة ، الطبعة الأولى ، 1422ھ۔

[131] صحيح ابن خزيمة ، كتاب الصلاة ، باب الدليل على أن الإمام إذا جهل فلم يقل آمين إلخ ، 315/1 ، رقم الحديث 575 ، المكتب الإسلامي ، الطبعة الثالثة ، 1424ھ 2003م۔